ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 24 شمارہ 01 جولائی 2026ء - محرم الحرام 1448ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

جلد 24 شمارہ 01

جولائی 2026ء - محرم الحرام 1448ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد ناصر

مولانا طارق محمود

فی شمارہ.................. 50 روپے

سالانہ .... 500 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈوکیٹ ہائی کورٹ

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 500 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ”التبلیغ“ حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

مولانا عبدالسلام صاحب - 0333-5365831

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال..................حق کی گواہی دینا فرض ہے..............مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ نساء: قسط12).....مرتکبِ فاحشہ عورتوں کا حکم....................// // 7

درسِ حدیث........کلماتِ ''باقیاتُ الصالحات'' کے فضائل (قسط2)........// // 16

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات..مفتی محمد رضوان 23

علم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،

کتب، مختصر تعارف (تینتالیسواں حصہ)...............................مفتی غلام بلال 29

تذکرۂ اولیاء:...................................حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کے ابتدائی اقدامات...مولانا محمد ریحان 32

پیارے بچو!......................حمزہ اور موبائل کی دنیا........................// // 35

بزمِ خواتین....زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ 21)....مفتی طلحہ مدثر 36

آپ کے دینی مسائل کا حل...............عامی کو دلیل کے طلب

کرنے کا حکم...ادارہ 39

کیا آپ جانتے ہیں؟...''رسومِ افتاء واصولِ افتاء'' پر کلام (قسط17)....مفتی محمد رضوان 49

عبرت کدہ ....حضرت شمویل علیہ السلام (قسط1)..........مولانا طارق محمود 54

طب وصحت ....دل کا درد ''انجائنا'' اور ''دل کی دھڑکن

کی بے قاعدگی'' ....حکیم مفتی محمد ناصر 57

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز..........................// // 59

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

حق کی گواہی دینا فرض ہے

اسلام میں گواہی کا ایک مستقل نظام موجود ہے، جس کی بنیاد پر بہت سے حق وباطل کے فیصلے ہوتے ہیں، لیکن آج کل اس سلسلہ میں مسلمانوں کی طرف سے بہت کوتاہی ہورہی ہے، بعض لوگوں نے تو جھوٹی گواہی کو ایک پیشہ اور کاروبار بنالیا ہے، جس کے سخت گناہ اور حرام خوری کا ذریعہ ہونے میں شبہ نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَبَائِرِ، قَالَ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ (بخاری، رقم الحدیث ۲۶۵۳، کتاب الشهادات، باب ما قیل فی شهادة الزور)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کیا گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور والدین کے ساتھ بدسلوکی (وقطع رحمی) کرنا، اور جان کو (ناحق) قتل کرنا، اور جھوٹی گواہی دینا (بخاری)

اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَلاَ أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قُلْنَا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ، وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ: أَلاَ وَقَوْلُ الزُّوْرِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ، أَلاَ وَقَوْلُ الزُّوْرِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ. فَمَا زَالَ یَقُوْلُهَا، حَتّٰی قُلْتُ: لاَ یَسْكُتُ (بخاری، رقم الحدیث ۵۹۷۶، کتاب الادب، باب: عقوق الوالدین من الکبائر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اکبر الکبائر (یعنی کبیرہ ترین گناہوں) کی خبر نہ دے دوں؟ ہم نے عرض کیا کہ بے شک اے اللہ کے رسول! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور والدین کی نافرمانی

www.idaraghufran.org

کرنا، اور آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے (اس کے بعد) آپ (نے اپنی کمر کو ٹیک سے ہٹایا اور) بیٹھ گئے، پھر فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ اور (ایک بدترین کبیرہ گناہ) جھوٹی بات ہے اور جھوٹی گواہی ہے، آپ یہ بات بار بار دوہراتے رہے، یہاں تک کہ میں نے (اپنے دل میں اس بات سے خوف زدہ ہو کر) کہا کہ (شاید اب) آپ خاموش نہیں ہوں گے (بخاری)

گواہی کے سلسلہ میں آج کل ایک کوتاہی اور گناہ گواہی کو چھپانے اور گواہی طلب کرنے کے باوجود گواہی نہ دینے، یا اس پر بھاری بھر کم معاوضہ طلب کرنے کا بھی پایا جارہا ہے۔

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا (سورة البقرة، رقم الآية ٢٨٢)

ترجمہ: اور نہ انکار کریں گواہان، جب دعوت دی جائے ان کو (سورہ بقرہ)

معلوم ہوا کہ جب گواہوں کو گواہی کے لئے بلایا جائے، تو ان کو گواہی دینے سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔

اور سورہ بقرہ کی اگلی آیت میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ (سورة البقرة، رقم الآية ٢٨٣)

ترجمہ: اور مت چھپاؤ تم شہادت (گواہی) کو، اور جو چھپائے گا اُس (شہادت) کو، تو بے شک گناہ گار ہے، اس کا دل (سورہ بقرہ)

معلوم ہوا کہ شہادت و گواہی کو چھپانا دلی طور پر گناہ کا کام ہے۔

اور قرآن مجید کی سورہ طلاق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ذَلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (سورة الطلاق، رقم الآية ٢)

ترجمہ: اور قائم کرو تم شہادت (گواہی) کو اللہ کے لئے، یہ نصیحت کی گئی ہے، اس کی اس (شخص) کو جو ہے ایمان رکھتا اللہ، اور آخرت کے دن پر (سورہ طلاق)

معلوم ہوا کہ گواہی کو اللہ کی خاطر قائم کرنے کا حکم ہے، اور اس کی اللہ کی طرف سے ہر اس شخص کو

www.idaraghufran.org

نصیحت کی گئی ہے، جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔

اس قسم کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ گواہوں کے پاس گواہی دراصل دوسرے کی امانت ہوتی ہے، اس لئے جب گواہی طلب کی جائے، تو اس امانت کی ادائیگی فرض ہو جاتی ہے۔

ضرورت پڑنے پر گواہوں پر گواہی کا دینا فرض ہے، البتہ بعض حالات میں گواہی دینا فرضِ کفایہ اور بعض حالات میں فرضِ عین ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ اگر دوسرے گواہ بھی موجود ہوں، جن سے گواہی کا مقصود حاصل ہو جائے، اور حقوق کی حفاظت ہو جائے، تو گواہی فرضِ کفایہ ہوتی ہے، لیکن اگر سب گواہ گواہی سے منع کر دیں، تو سب کے سب گواہ گناہ گار ہوتے ہیں۔

اور اگر دوسرے گواہوں سے مقصود حاصل اور حقوق کا تحفظ نہ ہو، تو پھر گواہی متعین طور پر فرضِ عین ہو جاتی ہے، اور اگر وہ گواہی طلب کرنے کے باوجود منع کرے، تو وہ گناہ گار ہوتا ہے، خاص طور پر جب گواہی خالص بندوں کے حقوق سے متعلق ہو، جیسا کہ کسی کے دوسرے کے ذمہ قرض، یا دین سے متعلق گواہی ہو، اور گواہ سے گواہی کو طلب کیا جائے، پھر وہ انکار کرے، تو وہ سخت گناہ گار ہوتا ہے۔ [1]

اور گواہ گناہ گار اسی وقت ہوتا ہے، جب اس کو گواہی دینے سے معقول ضرر ونقصان لاحق نہ ہوتا ہو، اور اس کی گواہی سے نفع وفائدہ ہوتا ہو۔ [2]

---

[1] أداء الشهادة فرض كفاية؛ لقول الله تعالى :(وأقيموا الشهادة لله) ، وقوله :(ولا يأب الشهداء إذا ما دعوا) ، فإذا تحملها جماعة وقام بأدائها منهم من فيه كفاية سقط الأداء عن الباقين، لأن المقصود بها حفظ الحقوق وذلک يحصل ببعضهم، وإن امتنع الكل أثموا جميعا لقول الله تعالى :(ولا تكتموا الشهادة ومن يكتمها فإنه آثم قلبه)ولأن الشهادة أمانة فلزم الأداء عند الطلب .وقد يكون أداء الشهادة فرض عين إذا كان لا يوجد غيره ممن يقع به الكفاية، وتوقف الحق على شهادته فإنه يتعين عليه الأداء ؛ لأنه لا يحصل المقصود إلا به.
إلا أنه إذا كانت الشهادة متعلقة بحقوق العباد وأسبابها أى فى محض حق الآدمى، وهو ما له إسقاطه كالدين والقصاص فلا بد من طلب المشهود له لوجوب الأداء ، فإذا طلب وجب عليه الأداء ، حتى لو امتنع بعد الطلب يأثم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲،ص ۲۴۰،مادة"اداء")

[2] الشهادة أمانة فلزم أداؤها كسائر الأمانات . فإذا قام بها العدد الكافى (كما سيأتى) سقط الإثم عن الجماعة، وإن امتنع الجميع أثموا كلهم.
وإنما يأثم الممتنع إذا لم يتضرر بالشهادة، وكانت شهادته تنفع.
فإذا تضرر فى التحمل أو الأداء ، أو كانت شهادته لا تنفع، بأن كان ممن لا تقبل شهادته، أو كان يحتاج إلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور گواہ کے اسی فریضہ کی وجہ سے حنفیہ سمیت جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اگر کسی پر گواہی فرضِ عین ہو، تو اس گواہ کو گواہی دینے کے عوض میں اجرت ومعاوضہ لینا حلال نہیں، کیونکہ یہ اس کے ذمہ ایک شرعی فریضہ ہے۔

اور اگر اس پر گواہی دینا متعین طور پر فرض نہ ہو، بلکہ فرضِ کفایہ والی صورت ہو، اور وہ محتاج وضرورت مند ہو، اور اس کو گواہی دینے کے لئے اپنے عمل کو چھوڑنا پڑے، اور اس کو مشقت اٹھانی پڑے، تو بھی جمہور کے نزدیک اس کو گواہی دینے پر اجرت ومعاوضہ لینا جائز نہیں، کیونکہ گواہی دینے والا بہرحال ایک فریضہ کو ادا کرنے والا ہے۔

البتہ اس کو اگر گواہی دینے کے لئے سوار ہو کر دوسری جگہ جانا پڑے، تو سواری کا خرچ لینا جائز ہے۔

اور جمہور فقہائے کرام کے مقابلہ میں صرف بعض فقہائے شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک فرضِ کفایہ والی صورت میں، جب گواہ ضرورت مند ہو، اور اس کو گواہی دینے کے لئے اپنے عمل کو چھوڑنا پڑے، اور اس کو مشقت اٹھانی پڑے، تو اس کو بقدرِ ضرورت معاوضہ لینا جائز ہے۔

اور اس میں شک نہیں کہ گواہی دینے کو، گواہ کی طرف سے دوسرے پر احسان سمجھنا درست نہیں، یہ اس کے ذمہ بہرحال ایک فریضہ ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التبذل فی التزکیة ونحوها، لم یلزمه ذلک، لقوله تعالی :(ولا یضار کاتب ولا شهید وقوله صلی الله علیه وسلم :لا ضرر ولا ضرار .

وإن کان ممن لا تقبل شهادته لم یجب علیه؛ لأن مقصود الشهادة لا یحصل منه .وقد یکون تحملها وأداؤها أو أحدهما فرضا عینیا إذا لم یکن هناک غیر ذلک العدد من الشهود الذی یحصل به الحکم، وخیف ضیاع الحق وهذا الحکم هو فی الشهادة علی حقوق العباد(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۶، ص۲۱۸، مادة "شهادة")

[1] ذهب جمهور الفقهاء إلی أنه :لا یحل للشاهد أخذ الأجرة علی أدائه الشهادة إذا تعینت علیه لأن إقامتها فرض، قال تعالی :(وأقیموا الشهادة لله) أما إذا لم تتعین علیه، وکان محتاجا، وکان أداؤها یستدعی ترک عمله وتحمل المشقة، فذهب جمهور الفقهاء إلی :عدم جواز أخذ الأجرة علیها، لکن له أجرة الرکوب إلی موضع الأداء قال تعالی :(ولا یضار کاتب ولا شهید) . وذهب بعض الشافعیة والحنابلة إلی : الجواز؛ وذلک لأن إنفاق الإنسان علی عیاله فرض عین، والشهادة فرض کفایة، فلا یشتغل عن فرض العین بفرض الکفایة، فإذا أخذ الرزق جمع بین الأمرین .ولأن الشهادة وهی لم تتعین علیه یجوز أن یأخذ علیها أجرة کما یجوز علی کتب الوثیقة(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۶،ص۲۳۷،مادة"شهادة")

www.idaraghufran.org

درسِ قرآن(سورہ نساء: قسط:12، آیت نمبر15و16) مفتی محمد رضوان

مرتکبِ فاحشہ عورتوں کا حکم

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا (15) وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ، فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا(16) (سورۃ النساء)

ترجمہ: اور وہ عورتیں جو لائیں فاحشہ(زنا) کو تمہاری عورتوں میں سے، تو گواہ بنالو تم ان کے اوپر چار اپنے میں سے، پھر اگر گواہی دیں وہ (چار گواہ) تو روک لو تم ان عورتوں کو گھروں میں، یہاں تک کہ وفات دے دے ان کو موت، یا کردے اللہ ان کے لئے کوئی راستہ(15) اور وہ دونوں (مرد وعورت) جو ارتکاب کریں اس (فاحشہ) کا تم میں سے، تو ایذاء دو تم ان دونوں کو، پھر اگر توبہ کرلیں وہ دونوں، اور اصلاح کرلیں وہ دونوں، تو اعراض کرو تم ان دونوں سے، بے شک اللہ، تواب ہے، رحیم ہے(16) (سورہ نساء)

تفسیر وتشریح

فاحشہ سے زنا مراد ہے، مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے زنا کا ارتکاب کرنے والی عورتوں کے فعلِ زنا پر چار گواہ بنالینے کا حکم فرمایا، اور چار گواہوں کی گواہی کے بعد ان عورتوں کو گھروں میں روک کر رکھنے کا حکم فرمایا، یہاں تک کہ یا تو ان کو موت آجائے، یا اللہ کوئی سبیل وراستہ نکالے، یعنی کوئی اور حکم صادر ونازل فرمائے۔

پھر مذکورہ آیات میں سے دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فاحشہ وزنا کے مرتکب مرد وعور کو ایذاء پہنچانے کا حکم فرمایا، جس میں عورت کو گھر میں رکھنا، اور دونوں مرد وعورت کو زجر وتنبیہ وغیرہ کرنا بھی داخل ہے، اور دوسری کوئی مناسب تنبیہ کی سزاء بھی داخل ہے، لیکن اگر مرد وعورت دونوں توبہ اور

اپنے عمل کی اصلاح کرلیں، تو ان سے اعراض کرنے، اور ان کو درگذر کرنے کا حکم فرمایا، کیونکہ اللہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے اور رحم فرمانے والا ہے، اس لئے بندوں کو بھی توبہ اور اصلاح کرنے پر اعراض و درگذر سے کام لینے کا حکم ہے۔

اس وقت تک تو یہی حکم تھا، جب تک یہ آیات نازل ہوئی تھیں، پھر اس کے بعد دوسری آیات، اور وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سبیل نکال دی گئی کہ غیر شادی شدہ عورت و مرد کو چار عینی گواہوں کے ذریعہ مجاز حاکمِ وقت کے سامنے زنا کا جرم ثابت ہونے کے بعد سو کوڑے مارنے کی سزا مقرر کی گئی، جس میں ان دونوں کے لئے ایذاء رسانی کا انتظام کیا گیا، اور شادی شدہ کو رجم کرنے کا حکم دیا گیا۔

اور اس طرح گھر میں وفات ہونے تک رکھنے کا حکم، یا تو منسوخ ہوگیا، جیسا کہ حضرت ابنِ عباس وغیرہ کا قول ہے، یا منسوخ کیئے بغیر اس اجمالی حکم کی تفصیل ہی دوسری آیات واحادیث میں بیان کردی گئی، جیسا کہ بعض دیگر حضرات کا قول ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوْا فَأَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا“ وَذَكَرَ الرَّجُلَ بَعْدَ الْمَرْأَةِ ثُمَّ جَمَعَهُمَا، فَقَالَ :(وَاللَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنْكُمْ فَآذُوهُمَا فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا) فَنَسَخَ ذٰلِكَ بِآيَةِ الْجَلْدِ، فَقَالَ :الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ(سنن ابی داود ،رقم الحديث ۴۴۱۳،باب في الرَّجْم) [1]

ترجمہ: سورہ نساء کی یہ آیت کہ:”وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوْا فَأَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا“

اور عورت کے بعد مرد کا ذکر فرمایا، پھر ان دونوں کو جمع کر کے فرمایا کہ:

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط :صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية سنن ابی داود)

www.idaraghufran.org

وَالَّذَانِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ، فَإِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا.

پھراس آیت کوکوڑے کی سزاء سے منسوخ فرمادیا، چنانچہ(سورہ نور میں)فرمایا:

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ.

کہ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد، پس کوڑے مارو تم، ہر ایک کو ان میں سے سو کوڑے(سنن ابی داود)

اورحضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا، الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ، وَالرَّجْمُ (صحيح مسلم،رقم الحديث ١٦٩٠ ''١٢''كتاب الحدود،بَابُ حَدِّ الزِّنَى)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ سے(شریعت کے حکم کو) لے لو، تم مجھ سے(شریعت کے حکم کو) لے لو، بے شک اللہ نے ان عورتوں کے لئے سبیل (وراستہ) بنادیا ہے، غیرشادی شدہ کے غیرشادی شدہ سے زنا کرنے پر سوکوڑے لگائے جائیں گے،اورایک سال کے لئے جلاوطن بھی کیا جائے گا،اور شادی شدہ کو شادی شدہ سے زنا کرنے پرسوکوڑے لگائے جائیں گے،اور رجم (یعنی سنگسار) بھی کیا جائے گا(صحیح مسلم)

اورحضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ، الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ،وَنَفْيُ سَنَةٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ، وَالرَّجْمُ (مسند احمد،رقم الحديث ١٥٩١٠) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ سے(شریعت کے حکم کو) لے لو، تم مجھ سے(شریعت کے حکم کو) لے لو، بے شک اللہ نے ان عورتوں کے لئے سبیل (وراستہ) بنادیا ہے، غیرشادی شدہ کے غیرشادی شدہ سے زنا کرنے پرسوکوڑے

[1] قال شعيب الأرنؤوط حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

لگائے جائیں گے، اور ایک سال کے لئے جلاوطن بھی کیا جائے گا، اور شادی شدہ کو شادی شدہ سے زنا کرنے پر سو کوڑے لگائے جائیں گے، اور رجم (سنگسار) بھی کیا جائے گا (مسند احمد)

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَنَّهُ أَمَرَ فِيمَنْ زَنَى، وَلَمْ يُحْصَنْ بِجَلْدِ مِائَةٍ، وَتَغْرِيبِ عَامٍ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۶۴۹، کتاب الشهادات، بَابُ شَهَادَةِ القَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِي)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کرنے والے کے متعلق، جو شادی شدہ نہیں تھا، سو کوڑے لگانے اور ایک سال کے لئے جلاوطن کرنے کا حکم فرمایا (صحیح بخاری)

امام ترمذی نے بھی سنن ترمذی میں حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث کو روایت کیا ہے، جس کے بعد امام ترمذی نے فرمایا کہ:

"یہ حدیث صحیح ہے، اور بعض صحابۂ کرام، اور ان کے علاوہ بعض دوسرے اہلِ علم حضرات کا اس حدیث پر عمل ہے، جن کا قول ہے کہ شادی شدہ کو کوڑے بھی لگائے جائیں گے، اور رجم بھی کیا جائے گا، جبکہ بعض صحابۂ کرام، اور ان کے علاوہ بعض دوسرے اہلِ علم حضرات کا قول یہ ہے کہ ماعز بن مالک وغیرہ کے واقعہ میں صرف رجم کرنے کا ذکر ہے، اس لئے شادی شدہ کی سزاء صرف رجم ہے، کوڑوں کی سزاء نہیں، کوڑوں کی سزاء غیر شادی شدہ کے ساتھ خاص ہے" [1]

---

[1] عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :خُذُوا عَنِّي، فَقَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ، ثُمَّ الرَّجْمُ، وَالبِكْرُ بِالبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ :هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ :عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ، وَغَيْرُهُمْ، قَالُوا :الثَّيِّبُ يُجْلَدُ وَيُرْجَمُ،وَإِلَى هَذَا ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ، وَهُوَ قَوْلُ إِسْحَاقَ وقَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ :أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَغَيْرُهُمَا :الثَّيِّبُ إِنَّمَا عَلَيْهِ الرَّجْمُ وَلَا يُجْلَدُ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ هَذَا فِي غَيْرِ حَدِيثٍ فِي قِصَّةِ مَاعِزٍ وَغَيْرِهِ، أَنَّهُ أَمَرَ بِالرَّجْمِ وَلَمْ يَأْمُرْ أَنْ يُجْلَدَ قَبْلَ أَنْ يُرْجَمَ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ المُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ(سنن الترمذی،رقم الحدیث ۱۴۳۴ ،بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجْمِ عَلَى الثَّيِّبِ)

اور فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زنا کرنے والے کی سزاء میں جلاوطنی کا حکم موجود ہے، لیکن اس جلاوطنی کی حیثیت کیا ہے؟ اس میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں۔

حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک تو غیر شادی شدہ زانی کی حد والی سزاء سو کوڑوں کے ساتھ ساتھ ایک سال کے لئے جلاوطنی بھی مقرر ہے۔

لیکن بعض کے نزدیک جلاوطنی کی یہ سزاء صرف مرد کے حق میں ہے، عورت کے حق میں نہیں۔

اور حنفیہ کے نزدیک جلاوطنی کی سزاء حد کے طور پر تو واجب نہیں ہے، بلکہ تعزیر کے طور پر ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اگر حاکمِ وقت کسی کے حق میں مناسب سمجھے، تو یہ سزاء تجویز کرسکتا ہے، اور مناسب نہ سمجھے، تو اس کے بجائے سو کوڑوں کی حد والی سزاء پر بھی اکتفاء کرسکتا ہے۔

اور زنا کا مرتکب اگر شادی شدہ ہو، تو اس کی سزاء رجم ہے، اور جمہور فقہاء کے نزدیک غیر شادی شدہ کو صرف رجم کرنے کی سزاء ہے، البتہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک رجم سے پہلے سو کوڑوں کی سزاء بھی مقرر ہے (ملاحظہ ہو: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص۱۴۰، مادة "حدود")

سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (سورة النور، رقم الآية ۲)

ترجمہ: زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد، پس کوڑے مارو تم، ہر ایک کو ان میں سے سو کوڑے (سورہ نور)

پھر اس کے بعد سورہ نور میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ . اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورة النور، رقم الآيات ۴ و ۵)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو (زنا کی) تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں پر، پھر نہ لائیں وہ چار گواہ، تو کوڑے مارو تم ان کو اسی کوڑے، اور نہ قبول کرو تم ان کی گواہی کو کبھی بھی، اور یہ لوگ فاسق لوگ ہیں، سوائے ان لوگوں کے، جو توبہ کرلیں اس کے بعد اور اصلاح

کرلیں، تو بے شک اللہ غفورالرحیم ہے (سورہ نور)

اس سے معلوم ہوا کہ چار گواہ نہ ہوں، تو زنا کا الزام لگانے والے پر اسی کوڑوں کی سزاء جاری کی جائے گی، جو''حدِ قذف'' کہلاتی ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ عُمَرُ: لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَّطُولَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ، حَتّٰى يَقُولَ قَائِلٌ: لَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ، فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللّٰهُ، أَلَا وَإِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنٰى وَقَدْ أَحْصَنَ، إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الْاعْتِرَافُ، قَالَ سُفْيَانُ: كَذَا حَفِظْتُ، أَلَا وَقَدْ رَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٦٨٢٩، كتاب الحدود، باب الاعتراف بالزنا)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جب لوگوں پر زمانہ لمبا ہوجائے (یعنی کچھ زمانہ گزر جائے) تو کوئی کہنے والا یہ کہے کہ ہم اللہ کی کتاب میں رَجم کا ذکر نہیں پاتے، پھر وہ لوگ اس فریضہ کو چھوڑنے کی وجہ سے گمراہ ہوجائیں، جس کو اللہ نے نازل فرمایا ہے، خبردار بلاشبہ رجم حق ہے، اس پر جس نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کیا، جبکہ گواہوں سے ثبوت ہوجائے، یا (عورت کے) حمل سے ثبوت ہوجائے، یا خود اعتراف (واقرار) کرنے سے ثبوت ہوجائے، حضرت سفیان نے فرمایا کہ میں نے اسی طرح محفوظ کیا، یاد رکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (شادی شدہ زانی کو) رجم کیا، اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا (بخاری)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: رَجُلٌ زَنٰى بَعْدَ إِحْصَانِهٖ فَعَلَيْهِ الرَّجْمُ، أَوْ قَتَلَ عَمْدًا فَعَلَيْهِ الْقَوَدُ، أَوِ ارْتَدَّ بَعْدَ إِسْلَامِهٖ فَعَلَيْهِ الْقَتْلُ (سنن النسائی، رقم الحديث ٤٠٥٧، كتاب تحريم الدم، باب الحكم فی المرتد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان آدمی کا خون تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی وجہ سے ہی حلال ہوتا ہے؛ ایک تو وہ آدمی جو شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرے، تو اس پر رجم (یعنی سنگسار کرنا) ہے، دوسرے وہ جو کسی کو جان بوجھ کر قتل کرے، تو اس پر قصاص ہے، تیسرے وہ آدمی جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے، تو اس پر قتل ہے (نسائی)

زنا کی سزاء، خواہ غیر شادی شدہ کے لئے کوڑوں کی شکل میں ہو، یا شادی شدہ کے لئے رجم کی صورت میں ہو، اس حد کے جاری ہونے کے لئے چار عینی، یعنی چشم دید گواہوں کا عدد پورا ہونا ضروری ہے، الَّا یہ کہ زنا کرنا، زانی کے بغیر جبر واکراہ کے خود اپنے اقرار کرنے سے ثابت ہو۔ [1]

زنا کا فعل معاشرہ میں سخت بے حیائی کا فعل ہے، شریعت کو اس کی اشاعت وتشہیر منظور نہیں، اور گواہوں میں شرائط کی تخفیف اور ان کو ہلکا قرار دینے سے اس فعل کی اشاعت وتشہیر لازم آتی ہے، اور اس کی اشاعت میں دوسرے لوگوں کو بھی اس گناہ کی طرف رغبت اور توجہ ہوتی ہے، اس لئے اس فعل کی سزا کے لئے گواہوں کے بارے میں سخت شرائط عائد کی گئی ہیں، البتہ جب چار عینی وچشم دید معتبر مرد گواہوں کی گواہی کے ذریعہ مجاز حاکمِ وقت کے سامنے ثبوت ہو جائے، تو پھر سزا جاری کی جاتی ہے۔

اگر کوئی زنا کے بعد اس کی حد جاری ہونے سے پہلے توبہ کر لے، اور اس پر حد جاری ہونے کے گواہ مکمل طور پر موجود ہوں، تو جمہور فقہائے کرام کے نزدیک توبہ سے اس کی حد وسزاء ختم نہیں ہوتی۔

البتہ امام احمد کی ایک روایت کے مطابق اس کی حد والی سزاء معاف ہو جاتی ہے، جس کی دلیل سورہ نساء کی مذکورہ آیت میں توبہ کرنے پر درگذر کرنے کا حکم ہے۔

(ملاحظہ ہو: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص۸۷و۸۸، مادة "سقوط")

نیز ماعز بن مالک کو جب ان کے چار مرتبہ اقرارِ جرم کے بعد رجم کرنے کا حکم دیا گیا، اور رجم کے

---

[1] اتفق الفقهاء على أنه يشترط فى حد الزنى أن لا يقل عدد الشهود عن أربعة لقوله تعالى :(واللاتى يأتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن أربعة منكم)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷ ص۱۳۷، مادة "حدود" عدد الأربعة)

www.idaraghufran.org

وقت ان کے جزع وفزع کا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیا، شاید وہ توبہ کر لیتے۔ [1]

لیکن بہر حال جمہور کے نزدیک توبہ کا معاملہ، اللہ کے ساتھ ہے، وہ بہر حال عنداللہ قبول ہے، اور سورہ نساء کی مذکورہ آیت میں بتلائی گئی سبیل دراصل وہی احکام ہیں، جو بعد میں سورہ نور اور دوسری احادیث میں بتلائے گئے ہیں، اور ماعز بن مالک کی سزاء کا معاملہ، ان کے اقرار پر مبنی تھا، اور ان کو رجم کئے جانے کے وقت بھاگنے اور جزع وفزع کا طرزِ عمل اقرار سے رجوع کی علامت تھا، اور اس طرح اقرار سے رجوع جمہور کے نزدیک بھی معتبر شمار ہوتا ہے۔ [2]

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوگئی کہ جب تک زناء کی سزاء کا باقاعدہ حکم نازل نہیں ہوا تھا، اس وقت تک تو زناء پر چار گواہ مقرر کر کے عورتوں کو گھروں میں رکھنے کا حکم تھا، اور ان کو گھروں سے باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی، اور توبہ کرنے تک گھروں میں محبوس رکھ کر، اور زبانی وکلامی تنبیہ وغیرہ کر کے ایذاء پہنچانے کا حکم تھا، پھر جب اس کی سبیل اس طرح نکل آئی کہ زناء کی سزاء کا

---

[1] عن نُعَيْمِ بْنِ هَزَّالٍ، قَالَ :كَانَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ يَتِيمًا فِي حِجْرِ أَبِي، فَأَصَابَ جَارِيَةً مِنَ الْحَيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبِي :ائْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبِرْهُ بِمَا صَنَعْتَ لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ لَكَ، وَإِنَّمَا يُرِيدُ بِذَلِكَ رَجَاءَ أَنْ يَكُونَ لَهُ مَخْرَجًا، فَأَتَاهُ، فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي زَنَيْتُ فَأَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللَّهِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَعَادَ، فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي زَنَيْتُ فَأَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللَّهِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَعَادَ، فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي زَنَيْتُ، فَأَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللَّهِ، حَتَّى قَالَهَا أَرْبَعَ مِرَارٍ، قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّكَ قَدْ قُلْتَهَا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَبِمَنْ؟ قَالَ :بِفُلَانَةٍ، فَقَالَ :هَلْ ضَاجَعْتَهَا؟ قَالَ :نَعَمْ، قَالَ :هَلْ بَاشَرْتَهَا؟ قَالَ :نَعَمْ، قَالَ :هَلْ جَامَعْتَهَا؟ قَالَ :نَعَمْ، قَالَ :فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ، فَأُخْرِجَ بِهِ إِلَى الْحَرَّةِ، فَلَمَّا رُجِمَ فَوَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ جَزِعَ فَخَرَجَ يَشْتَدُّ، فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُنَيْسٍ وَقَدْ عَجَزَ أَصْحَابُهُ، فَنَزَعَ لَهُ بِوَظِيفِ بَعِيرٍ فَرَمَاهُ بِهِ فَقَتَلَهُ،، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ :هَلَّا تَرَكْتُمُوهُ لَعَلَّهُ أَنْ يَتُوبَ، فَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَيْهِ(سنن ابی داود،رقم الحديث ۴۴۱۹،بَابُ رَجْمِ مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ)

قال شعيب الأرنؤوط :صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن(حاشية سنن ابی داود)

[2] ومما يعتبر رجوعا عن الإقرار بالزنى هروب الزاني ولو في أثناء إقامة الحد؛ لأن الهرب دليل الرجوع، وقد روي أنه لما هرب ماعز ذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال :هلا تركتموه وجئتموني به وهذا عند الحنفية والمالكية والحنابلة، وأما عند الشافعية فلا يعتبر الهرب رجوعا، إلا أن يصرح بالرجوع، والهرب فقط لا يعتبر رجوعا، ولا يسقط عنه الحد؛ لأنه قد صرح بالإقرار ولم يصرح بالرجوع، ولكن يكف عنه فإن رجع فذاك، وإلا حد(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۲۲،ص۱۴۸،مادة"رجوع")

حکم نازل ہوگیا، جس میں ان کو ایذاء پہنچانے کا بھی انتظام کیا گیا، اور توبہ کا موقع بھی فراہم کیا گیا، تو اسی کے مطابق عمل کرنے کا حکم ہوگیا۔

اور اب بالاجماع عورتوں کو وفات تک گھروں رکھنے کا حکم نہیں، اور زنا کے مرتکب مرد وعورت کو زجر و تنبیہ وغیرہ کی شکل میں ایذاء پہنچانے کا بھی بعض حضرات کے نزدیک اب حکم نہیں رہا، اور بعض کے نزدیک اب بھی حکم ہے۔

اور اب زنا کا مرتکب اگر شادی شدہ ہو، تو اس کی سزاء رجم ہے۔

اور اگر غیر شادی شدہ آزاد ہے، غلام وباندی نہیں، تو اس کی سزاء سو کوڑے ہیں، اور ایک سال کے لئے جلاوطنی کے حد، یا تعزیری سزاء ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ [1]

جس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ سورہ نور کی تفسیر میں بیان کی جائے گی۔

---

[1] كان الحبس والإمساك في البيوت أول عقوبات الزنى في الإسلام لقوله تعالى :(واللاتي يأتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن أربعة منكم فإن شهدوا فأمسكوهن في البيوت حتى يتوفاهن الموت أو يجعل الله لهن سبيلا)

ثم إن الإجماع قد انعقد على أن الحبس منسوخ.

واختلفوا في الأذى هل هو منسوخ أم لا؟ فذهب البعض إلى أنه منسوخ، فعن مجاهد قال :(واللاتي يأتين الفاحشة) (واللذان يأتيانها) كان في أول الأمر فنسختهما الآية التي في سورة النور .وذهب البعض إلى أنه ليس بمنسوخ فالأذى والتعبير باق مع الجلد؛ لأنهما لا يتعارضان بل يحملان على شخص واحد .والواجب أن يؤذيا بالتوبيخ فيقال لهما :فجرتما وفسقتما، وخالفتما أمر الله عز وجل والناسخ هو قوله تعالى :(الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة ولا تأخذكم بهما رأفة في دين الله إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر وليشهد عذابهما طائفة من المؤمنين) . وبما روى عبادة بن الصامت أن النبي صلى الله عليه وسلم قال :خذوا عني، خذوا عني، قد جعل الله لهن سبيلا .البكر بالبكر جلد مائة، ونفي سنة، والثيب بالثيب جلد مائة والرجم.

ومن ثم اتفق الفقهاء على أن حد الزاني المحصن الرجم حتى الموت رجلا كان أو امرأة وقد حكى غير واحد الإجماع على ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴،ص ۲۲،مادة"زنا")

كما اتفق الفقهاء على أن حد الزاني غير المحصن رجلا كان أو امرأة مائة جلدة إن كان حرا .وأما العبد أو الأمة فحدهما خمسون جلدة سواء كانا بكرين أو ثيبين لقوله تعالى :(فإذا أحصن فإن أتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب.

وزاد جمهور الفقهاء (المالكية والشافعية والحنابلة) التغريب عاما للبكر الحر الذكر.

وعدى الشافعية والحنابلة التغريب للمرأة أيضا .كما زاد الشافعية في المعتمد عندهم التغريب نصف عام للعبد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴،ص ۲۲،مادة"زنا")

www.idaraghufran.org

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

کلماتِ ’’باقیاتُ الصالحات‘‘ کے فضائل (قسط2)

کلماتِ باقیاتُ الصالحات، احبِ کلام ہیں

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللهِ أَرْبَعٌ: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ .لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ (صحيح مسلم،رقم الحديث ٢١٣٧"٢١"كتاب الآداب،باب كراهة التسمية بالأسماء القبيحة وبنافع ونحوه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کو سب کلاموں میں زیادہ محبوب کلام چار ہیں، ایک، سبحان اللہ، دوسرے، الحمدللہ، تیسرے، لا الٰہ الا اللہ، چوتھے، اللہ اکبر۔ آپ کو کوئی ضرر ونقصان نہیں کہ آپ ان میں سے جونسا کلمہ پہلے پڑھیں (صحیح مسلم)

یہ کلمات، خیرِ کلام ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :خَيْرُ الْكَلَامِ أَرْبَعٌ، لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ :سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ

(صحيح ابن حبان،رقم الحديث ٨٣٦،ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ هَذِهِ الْكَلِمَاتِ مِنْ خَيْرِ الْكَلِمَاتِ لَا يَضُرُّ الْمَرْءَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأَ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بہتر کلام، چار ہیں، تمہیں کوئی ضرر ونقصان نہیں کہ ان میں سے جس کو آپ چاہیں، پہلے کہیں، ایک، سبحان اللہ،

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده صحيح (حاشية صحيح ابن حبان)

www.idaraghufran.org

دوسرے، الحمدللہ، تیسرے، لا الٰہ الا اللہ، چوتھے، اللہ اکبر(صحیح ابنِ حبان)

یہ کلمات، افضلِ کلام ہیں

حضرت سمر بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَفْضَلُ الْكَلَامِ أَرْبَعٌ، لَا تُبَالِي بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ :سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ

(صحیح ابن حبان،رقم الحدیث ۸۳۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے افضل کلام، چار ہیں، آپ اس کی پراوہ نہ کریں کہ ان میں سے کس کو پہلے کہیں، ایک، سبحان اللہ، دوسرے، الحمد للہ، تیسرے، لاءلٰہ الا اللہ، چوتھے، اللہ اکبر(صحیح ابنِ حبان)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :أَفْضَلُ الْكَلَامِ سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ (مسند احمد،رقم الحدیث ۱۶۴۱۲ ،حَدِيثُ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے افضل کلام، چار ہیں، ایک، سبحان اللہ، دوسرے، الحمدللہ، تیسرے، لاءلٰہ الا اللہ، چوتھے، اللہ اکبر(مسند احمد)

یہ کلمات، قرآن کا متبادل ہیں

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ آخُذَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْئًا فَعَلِّمْنِي مَا يُجْزِئُنِي مِنْهُ، قَالَ " :قُلْ :سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ "، قَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمَا لِي، قَالَ " :قُلْ :اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي "، فَلَمَّا قَامَ قَالَ :هَكَذَا

[1] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

بِيَـدِهِ فَـقَـالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أَمَّا هَذَا فَقَدْ مَلَأَ يَدَهُ مِنَ الْخَيْرِ (سنن ابی داود،رقم الحدیث ۸۳۲،باب ما يجزء الأميَّ والأعجميَّ من القراءة) [1]

ترجمہ:ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا،اورعرض کیا کہ میں قرآن سے کچھ لینے (تلاوت کرنے) کی استطاعت نہیں رکھتا،تو مجھے اُس کے بدلے کچھ تعلیم فرمادیجیے؟تو(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے)فرمایا کہ(یہ) کہو!

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.

تو اُس آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول!یہ (کلمات) تو اللہ بزرگ وبرتر کے لیے ہوئے،تو میرے حق میں (دُعاء کے لیے) کیا ہے؟تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کہو!

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَعَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ.

پھر جب وہ آدمی کھڑا ہوا،تو ایسا ہی کہا،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہرحال اس شخص نے اپنے ہاتھ خیر سے بھر لیے ہیں(سنن ابی داود)

یہ کلمات،قرآن سے تعلق رکھتے ہیں

حضرت سمر بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَفْضَلُ الْكَلَامِ بَعْدَ الْقُرْآنِ - وَهُوَ مِنَ الْقُرْآنِ -أَرْبَعٌ لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ :سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ (مسند احمد،رقم الحدیث ۲۰۲۲۳) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کے بعد افضل کلام،چار ہیں،اور یہ قرآن ہی سے تعلق رکھتے ہیں،تمہیں کوئی ضرر ونقصان نہیں کہ ان میں سے جس کو آپ چاہو،پہلے پڑھ لو،ایک،سبحان اللہ،دوسرے،الحمدللہ،تیسرے،لا الٰہ

[1] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده حسن فى المتابعات والشواهد (حاشية سنن ابى داود)

[2] قال شعيب الأرنؤوط :اسناده صحيح إن كان هلال بن يساف سمعه من سمرة (حاشية)

www.idaraghufran.org

الا اللہ، چوتھے، اللہ اکبر(مسند احمد)

یہ کلمات، سورج کی روشنی پڑنے والی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَأَنْ أَقُولَ سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ

(صحیح مسلم،رقم الحدیث ٢٦٩٥ "٣٢"بَابُ فَضْلِ التَّهْلِيلِ وَالتَّسْبِيحِ وَالدُّعَاءِ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سبحان اللہ، اور الحمد للہ، اور لاء لٰہ الا اللہ، اور اللہ اکبر کہوں، تو یہ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے، جس پر سورج طلوع ہو(یعنی جس چیز پر سورج کی روشنی پڑے)(صحیح مسلم)

یہ کلمات، میزانِ عمل میں بھاری ہیں

حضرت ابو سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :بَخٍ بَخٍ، لَخَمْسٌ مَا أَثْقَلَهُنَّ فِي الْمِيزَانِ :لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَالْوَلَدُ الصَّالِحُ يُتَوَفَّى فَيَحْتَسِبُهُ، وَالِدَاهُ "وَقَالَ " :بَخٍ بَخٍ لِخَمْسٍ مَنْ لَقِيَ اللهَ مُسْتَيْقِنًا بِهِنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ :يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَبِالْجَنَّةِ، وَالنَّارِ، وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْحِسَابِ (مسند احمد،رقم الحدیث ١٥٦٦٢ ،حَدِيثُ مَوْلًى لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں کیا ہی خوب ہیں اور میزانِ عمل میں کتنی بھاری ہیں، ایک لا الٰہ الا اللہ، دوسرے، اللہ اکبر، تیسرے، سبحان اللہ، چوتھے، الحمد للہ، پانچویں وہ نیک اولاد جو فوت ہو جائے اور اس کا باپ اس پر صبر کرے۔

اور فرمایا کہ پانچ چیزیں کیا ہی خوب ہیں، جو شخص ان پانچوں پر یقین رکھتے ہوئے اللہ سے ملاقات کرے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا، ایک اللہ پر، دوسرے آخرت کے دن پر،

---

[1] قال شعیب الأرنؤوط :حدیث صحیح(حاشیۃ مسند احمد)

www.idaraghufran.org

تیسرے جنت اور جہنم پر، چوتھے موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر اور پانچویں آخرت کے حساب کتاب پر ایمان رکھتا ہو (مسند احمد)

یہ کلمات، میزان، اورآسمان وزمین کے مابین کو بھر دیتے ہیں

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَآنِ -أَوْ تَمْلَأُ -مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (صحيح مسلم،رقم الحديث ٢٢٣" ١")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاکی آدھا ایمان ہے، اور الحمد للہ میزانِ عمل کو بھر دیتا ہے، اور سبحان اللہ، اور الحمد للہ، آسمان اور زمین کے درمیان کی ہر چیز کو بھر دیتے ہیں (صحیح مسلم)

یہ کلمات، جنت میں شجر کاری کا باعث ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِ وَهُوَ يَغْرِسُ غَرْسًا، فَقَالَ :مَا تَصْنَعُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ :أَغْرِسُ غَرْسًا .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى غَرْسٍ خَيْرٌ لَكَ مِنْهُ؟ قُلْتُ :مَا هُوَ؟ قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ يُغْرَسُ لَكَ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ شَجَرَةٌ (المستدرك للحاكم،رقم الحديث ١٨٨٧) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان (ابو ہریرہ) کے پاس سے گذرے، اور وہ اس وقت کوئی شجر کاری کررہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! تم کیا کررہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ شجر کاری کررہا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں، اس سے بہتر شجر کاری نہ بتلادوں؟

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] قال الحاكم:هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "وَلَهُ شَاهِدٌ عَنْ جَابِرٍ.

فرمایا کہ ’’سبحان اللہ، اورالحمد للہ، اورلا الٰہ الا اللہ، اوراللہ اکبر‘‘ آپ کے لئے ان میں سے ہرایک کے بدلہ میں (جنت میں) درخت ہوگا (مستدرک حاکم)

اورحضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ قَالَ :سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّـهِ، وَلَا إِلَـهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ غَرَسَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ شَجَرَةً فِي الْجَنَّةِ (المعجم الاوسط للطبرانی،رقم الحدیث ۸۴۷۵) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ’’سبحان اللہ، اورالحمد للہ، اورلاءِلٰہ الا اللہ، اوراللہ اکبر‘‘ کہا، تو اللہ اس کے لئے ان میں سے ہرایک کے بدلہ میں جنت میں درخت لگادے گا (طبرانی)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيْتُ إِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ أُسْرِىَ بِىْ فَقَالَ يَا مُـحَـمَّـدُ اِقْـرَءْ أُمَّتَكَ مِـنِّـىْ اَلسَّلَامَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْـمَـاءِ وَأَنَّهَـا قِيْـعَانٌ وَأَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ (سنن الترمذی،رقم الحدیث ۳۴۶۲، ابواب الدعوات، باب بلا ترجمة بعد باب ما جاء فی فضل التسبیح والتکبیر والتهلیل والتحمید) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میں میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی، تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہنا اوران کو یہ خبر دینا کہ جنت کی مٹی بہت پاکیزہ اوراس کا پانی بڑا میٹھا ہے، لیکن وہ چٹیل میدان (کی طرح) ہے، اوراس کی شجرکاری ’’سبحان اللہ، اور الحمدللہ، اور لآ الٰہ الا اللہ اوراللہ اکبر‘‘ ہیں (ترمذی)

---

[1] قال الهيثمي:رواه الطبراني في الأوسط، ورجاله موثقون(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ١٦٨٦٤ ،باب ما جاء في الباقيات الصالحات ونحوها)

[2] قال الالباني:هذا ضعيف اتفاقا ، لكن يقويه أن له شاهدين من حديث أبي أيوب الأنصاري ، و من حديث عبد الله بن عمر(سلسلة الاحاديث الصحيحة، ج ۱ ص ۲۱۴، وص ۲۱۵، تحت رقم الحديث ۱۰۵)

www.idaraghufran.org

اورابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم -لَيْلَةَ أُسْرِي بِهِ، مَرَّ عَلَى إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ الرَّحْمنِ -صلى الله عليه وسلم :-فَقَالَ لِجِبْرِيلَ -صلى الله عليه وسلم :-مَنْ مَعَكَ يَا جِبْرِيلُ؟ .فَقَالَ جِبْرِيلُ :هذَا مُحَمَّدٌ -صلى الله عليه وسلم .-فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ :يَا مُحَمَّدُ، مُرْ أُمَّتَكَ أَنْ يُكْثِرُوا غِرَاسَ الْجَنَّةِ، فَإِن تُرْبَتَها طَيِّبَةٌ، وَأَرْضَهَا وَاسِعَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ الله -صلى الله عليه وسلم -لِإِبْرَاهِيمَ :وَمَا غِرَاسُ الْجَنَّةِ؟ .قَالَ :لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ (موارد الظمآن الیٰ زوائد ابنِ حبان،رقم الحديث ٢٣٣٨،باب في قول لا حول ولا قوة إلا بالله) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرے،توانہوں نے فرمایا کہ اے جبریل! آپ کے ساتھ کون ہے؟توانہوں نے کہا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں،تو حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اپنی امت کو جنت کی شجرکاری کا حکم فرمایئے، کیونکہ اُس کی مٹی پاکیزہ ہے،اوراس کی زمین وسیع ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام سے معلوم کیا کہ جنت کی شجرکاری کیا ہے؟تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ "(موارد)(جاری ہے......)

[1] قال حسين سليم أسد الدّاراني:إسناده جيد(حاشية موارد الظمآن)

حُسنِ معاشرت اورآدابِ زندگی

(Beauty of Civilization and Manners of Life)

اچھی معاشرت اورطرزِ زندگی گزارنے،رہنےسہنے،ایک دوسرے سے ملنے جلنے لین و دین کرنے،تہذیب وشرافت والی زندگی بسرکرنے کے مختصر،جامع اورسہل آداب و احکام اورزندگی میں کام آنے والی مفید باتوں اورآدابِ زندگی کا مجموعہ

مصنّف:مفتی محمد رضوان خان

ناشر: کتب خانہ ادارہ غفران،راولپنڈی،پاکستان۔051-5507270

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

ادارہ کے دستور وقواعد کو مدون کرنے کی ضرورت وافادیت

(15- ذوالحجہ- 1447ھ)

آج کل علم اور اخلاص میں کمی کی وجہ سے دینی مدارس وجامعات میں بڑے بڑے اختلافات سامنے آتے ہیں، جن کو طے کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، اور قواعد وضوابط تحریری شکل میں مدون ومرتب نہ ہوں، تو اختلافات وتنازعات کا خاتمہ بہت مشکل ہوجاتا ہے، بالخصوص جب کسی شخص کو کسی ادارہ میں خدمات سرانجام دیتے ہوئے، لمبا عرصہ ہوجاتا ہے، تو وہ اس ادارہ پر اپنا استحقاق سمجھ بیٹھتا ہے، اور اس کو جو اختیارات حاصل نہیں، ان کا اپنے آپ کو اہل سمجھنے لگتا ہے، اور اصلاً بنیادی طور پر جس کو وہ اختیارات حاصل ہیں، جیسا کہ کسی ادارہ کا بانی، یا صدر، تو اس کو اس کے اختیارات کے استعمال پر شخصی تسلط، اور رعونت وغیرہ جیسے اعتراضات ہونے لگتے ہیں، اس لئے موجودہ دور میں مناسب یہ ہے کہ شرعی وفقہی تناظر میں ادارہ کے قواعد وضوابط مدون ومرتب کر لئے جائیں۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:

> مدرسہ کے قواعد مدون ومعروف ہیں، تو وہ بھی مثل مشروط کے ہوں گے، اور اگر نہ مصرح ہیں، اور نہ معروف ہیں، تو دوسرے مدارسِ اسلامیہ میں جو معروف ہیں، ان کا اتباع کیا جائے گا (امداد الفتاویٰ، ج ۳، ص ۳۴۸، کتاب الاجارہ، مکتبہ: دار العلوم، کراچی، طبع ۲۰۱۰ھ)

اور موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں:

> مشورہ تو ان سے کیجئے، اور عزم اپنا ہو کہ مشورہ کے بعد جس بات پر آپ کی رائے قرار پائے، وہ کیجئے، اہلِ شوریٰ کی رائے کا اتباع ضروری نہیں (العلم والعلماء، ص ۴۵، مشمولہ تحفۃ العلماء، جلدِ اول، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت: ۱۴۱۵ھ)

www.idaraghufran.org

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

جو اختلاف، حکمت ومصلحت اور تدین وخیر خواہی پر مبنی ہو، وہ مذموم نہیں، مگراس کی بھی ایک حد ہے، یعنی یہ اختلاف اسی وقت تک جائز ہے، جب تک مشورہ کا درجہ ہے، مگر بعد نفاذ، اختلاف کرنا، یا(اس رائے کے) خلاف کرنا، یہ مذموم ہے، نفاذ کے بعد تو اطاعت ہی واجب ہے(العلم والعلماء، ص ۴۸، مشمولہ تحفۃ العلماء، جلدِ اول، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت: ۱۴۱۵ھ)

ادارہ غفران ٹرسٹ کا جو دستور شرعی وفقہی ہدایات کی روشنی میں، اور متعدد مشائخ کی مشاورت سے قیامِ ادارہ کے وقت تحریری طور پر مرتب کیا گیا تھا، اور اس پر اس وقت کی ابتدائی مجلسِ شوریٰ کے تمام اراکین کے مجوزہ دستخط بھی ہیں، اس میں ایسی چیزیں طے کردی گئی تھیں، جو بعد میں اس قسم کے فتنہ پرداز اراکین سے حفاظت کا باعث ہیں۔

چنانچہ مجلسِ شوریٰ سے متعلق دفعہ کے تحت یہ بات بصراحت لکھی گئی کہ:

’’بانی ادارہ (مفتی محمد رضوان صاحب) کے نامزد اراکین کی جمعیت کا نام مجلسِ شوریٰ ہوگا‘‘

اور مجلسِ شوریٰ کے اختیارات وفرائض کی دفعہ کے تحت بانی کی وصایا کی شوریٰ کو پابندی لازم ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بات بصراحت لکھی گئی کہ:

’’مجلسِ شوریٰ کی صف میں استعفیٰ، اخراج، وفات، یا مسلسل تین اجلاس میں بلا کسی عذر کے غیر حاضری، یا کسی اور وجہ سے جو جگہ خالی ہوگی، اُسے پُر کرنے کا اختیار صدر کو حاصل ہوگا۔

اگر کسی رکن کا طرزِ عمل اور روش خدانخواستہ ادارہ کے لئے مضرت رساں ہو، اور اصلاح کی کوئی صورت سامنے نہ رہے، تو وہ صدر کی اجازت، یا سفارش پر دو تہائی اکثریت سے خارج کردیا جائے گا۔

اگر کسی اجلاس میں نصاب (کورم) پورا نہ ہوسکے، تو اس وقت صدر کی رائے پر فیصلہ

ہوگا(خواہ ارکانِ شوریٰ کی اکثریت اس سے متفق نہ ہو)

اورصدر کے اختیارات وفرائض کی دفعہ کے تحت یہ بات بصراحت لکھی گئی کہ:

’’ادارہ کے صدر صاحب کو جملہ کارندوں وملازمین کے عزل ونصب،ترقی ونزل، عہدوں وفرائض کی تعیین اوران کی تبدیلی کے علاوہ تمام کاموں میں نظم ونسق کے تمام اختیارات حاصل ہوں گے‘‘

اوربھی متعدداموراایسے طے کردیئے گئے تھے،جو بعد میں بہت مفید ثابت ہوئے۔

اس کے علاوہ ادارہ کےعملہ کے لئے ادارہ غفران کےقواعدوضوابط،اور ہدایات کووقتاً فوقتاً بھی صدر کی طرف سے مفصل طریقہ پرتحریر کرکے عملہ کے افراد کو پیش کیا جاتا رہتا ہے،جوعموماً سالانہ بنیادوں پرہوتا ہے،تاکہ حالات کے ساتھ ان ہدایات کومرتب کیا جاسکے،نیز طلبہ کےعلاوہ اساتذہ واراکین کی تقرری کی بھی ہرسال تجدید کی جاتی ہے،جن میں کئی ایسی انتظامی چیزیں بھی شامل ہیں، جووقت اورتجربات وحالات سے مفید ثابت ہوئیں۔

کسی ادارہ کی بنیاد قائم کرنے والے کے پیشِ نظراس ادارہ کے جواہداف ومقاصد ہوتے ہیں، ضروری نہیں کہ اس ادارہ میں خدمت سرانجام دینے والے ہرکارندہ کے پیشِ نظر یہ امور ہوں،یا اس کوان سے اتفاق ہو،یااس کےمزاج سے مناسبت وموافقت ہو۔

دارالعلوم دیوبند کے لئے مولانا قاسم نانوتوی صاحب نے اس دور کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے آٹھ اصول بطورآئین کےتحریر کئے تھے،جو’’اصول ہشت گانہ‘‘کےعنوان سے مشہور ہیں، جن میں ایک اصول یہ تحریر کیا گیا تھا کہ:

’’یہ بات بہت ضروری ہے کہ مدرسین مدرسہ باہم متفق المشرب ہوں اورمثل علماءِ روزگارخودبین اور دوسروں کے درپئے توہین نہ ہوں،خدانخواستہ جب اس کی نوبت آئے گی،توپھراس مدرسہ کی خیرنہیں‘‘

اورایک اصول یہ تحریر کیا گیا تھا کہ:

’’تامقدورایسےلوگوں کا چندہ زیادہ موجبِ برکت معلوم ہوتا ہے۔جن کواپنے چندہ سے

امید ناموری نہ ہو، بالجملہ حسنِ نیت اہلِ چندہ زیادہ پائیداری کا سامان معلوم ہوتا ہے“
دستور کی مذکورہ صریح دفعات، اور ان کی شقوں کے تناظر میں بعض کارندوں کی نااہلی، یا عدمِ مناسبت وموافقت کی وجہ سے عزل ونزل پر عمل کیا جاتا رہا، جن میں بعض ایسے افراد بھی شامل تھے، جن کا ادارہ میں ابتدائی داخلہ طالبِ علمانہ حیثیت سے ہوا تھا، بعد میں ان کو خدمت کا موقع فراہم کیا گیا، لیکن طویل کوشش کے باوجود ان میں خاطر خواہ تبدیلی نہ آسکی، اور ان کی وجہ سے ادارہ کے امور میں خلل واقع ہوا، مثلاً علماءِ روزگار خود بین اور دوسرے اراکین کے درپے توہین رہے، اور مال وجاہ کی خاطر شکوے شکایات کیے جاتے رہے، جس کی وجہ سے ان کو بالآخر ادارہ سے معزول کر دیا گیا، اور ان کے عزل کے بعد امورِ ادارہ میں بحمد اللہ خوب خیر وبرکت محسوس کی گئی۔
اور ان افراد کے معزول کیے جانے کے باوجود آج بھی شکوے، شکایات ختم نہ ہو سکے، جبکہ ان کے عزل کے اسباب میں اسی قسم کی چیزیں کارفرما تھیں، جو آج تک ان کے مزاج میں رچی بسی ہیں، جن کا ان کی طرف سے مختلف مواقع پر اظہار کیا جاتا رہتا ہے۔
آج دیکھنے میں آتا ہے کہ اچھے اچھے دینی ادارے، اسی طرح کے بعض فتنہ وانتشار پرداز لوگوں کی وجہ سے تباہ وبرباد ہو گئے، اور اختلافات وتنازعات دور کرنے کی کوششیں موثر ثابت نہ ہو سکیں۔
اس لئے دینی ادارہ کے اہلِ حل وعقد کو چاہیے کہ محققین سے مشاورت کے بعد ادارہ کے اصول وقواعد اور ضوابط کو موثر انداز میں طے کر دیں، تاکہ بعد میں آنے والے نااہلوں، اور فسادیوں کی وجہ سے ادارہ کے اغراض ومقاصد میں خلل پیدا نہ ہو۔

بے ادبی، اور غیر محقَّق کتابوں کا مطالعہ

(25-ذوالحجہ-1447ھ)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ایک مقام پر فرماتے ہیں:
”استاذوں کا ادب بھی تقوے میں داخل ہے، جو اس میں کوتاہی کرے گا، وہ متقی نہ ہوگا“ (استاد وشاگرد کے حقوق، اور تعلیم وتربیت کے طریقے، ص ۲۷، مشمولہ: تحفۃ العلماء، جلدِ اول، مطبوعہ:

www.idaraghufran.org

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت:۱۴۱۵ھ)

جس قدر استاذ سے محبت ہوگی، اسی قدر علم میں برکت ہوگی، عادۃُ اللہ یہی ہے کہ استاذ خوش اور راضی نہ ہو، تو علم نہیں آسکتا (ایضاً)

اگر استاذ ہندو ہو، تو اس کا بھی ادب کرنا چاہیے، استاذ بڑی چیز ہے (ایضاً ص۳۱)

اور مشاہدہ میں یہ بات بھی آئی کہ جو کوئی اپنے استاتذہ کا بےادب و گستاخ ہوتا ہے، اس کو بھی اللہ تعالیٰ ایسے شاگرد عطاء فرماتے ہیں، جو اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے ہیں، اور اس طرح ''جزاء سیئۃ سیئۃ بمثلھا'' کا نمونہ دنیا ہی میں ظاہر ہوجاتا ہے۔

آج کل ادب بھی رسمی بن گیا ہے، جو صرف دوچار چیزوں میں محدود ہوکر رہ گیا ہے، حقیقی ادب بہت کم ہے، بلکہ بہت سے لوگوں کو تو اس سے واقفیت تک بھی نہیں۔

کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ہر شرعی و فقہی مسئلہ میں استاذ کی اتباع و پیروی اور اس کی ہاں میں ہاں ملانا ہی ادب ہے، اور اختلاف کرنا، بےادبی ہے، جو کہ سنگین غلط فہمی ہے۔

اسی طرح بعض اتنے سخت گستاخ ہیں کہ ذاتی، بلکہ انا اور نفس پرستی پر مبنی اختلافات کو اتنا بڑھاوا دیتے ہیں کہ الامان والحفیظ، اور اوپر سے اپنے آپ کو پاکیزہ بھی سمجھتے ہیں۔

بار بار کے مشاہدہ و تجربہ سے اس طرح کی حرکات کی ایک اہم وجہ اہلِ باطل، یا دنیا، و مفاد پرست، یا غیر محقق لوگوں کی تصانیف کا مطالعہ معلوم ہوئی۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

آج کل (لوگ) کثرت سے یہ غلطی کرتے ہیں کہ جو کتاب، دین کے نام سے دیکھی، یا سنی، خواہ اس کا مضمون حق ہو، یا باطل، خواہ اس کا مصنف ہندو ہو، یا عیسائی، یا دہری ہو، یا مسلمان، پھر مسلمان بھی گو صاحبِ بدعت ہی ہو، غرض کچھ تفتیش نہیں (کرتے) اور اس کا مطالعہ شروع کردیتے ہیں، اس میں وہ مضامین بھی آگئے، جو کسی مسئلہ سے متعلق اخبارات (ورسائل) چھپتے رہتے ہیں، اس میں چند مضرتیں ہیں (استاد وشاگرد کے حقوق، اور تعلیم وتربیت کے طریقے، ص۸۲، مشمولہ: تحفۃ العلماء، جلدِ اول، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ

www.idaraghufran.org

اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت:۱۴۱۵ھ)

’’باطل کی مفید تصانیف کا دیکھنا بھی مضر ہے‘‘(ایضاً:ص۸۵)

’’واللہ اہلِ باطل کی کتابوں کا اثر بعض علماء پر بھی ہوجاتا ہے‘‘(ایضاً:ص۸۶)

ہر زید وعمر و بکر کی تصنیف کا مطالعہ نہ کیجیے، کیونکہ آج کل آزادی کا زمانہ ہے، ہر شخص کا جو جی چاہتا ہے، لکھ مارتا ہے(ایضاً:ص۸۷)

میں ہر شخص کی تصنیف کے مطالعہ سے نہیں روکتا، اگر اس کا برا اثر نہ دیکھتا، مگر جب میں لوگوں کو متاثر ہوتا دیکھتا ہوں، تو منع کرتا ہوں (ایضاً:ص۸۷)

جو لوگ متبعِ شریعت نہیں، ان کی کتابوں کی عبارت گو کیسی ہی شستہ ہو، مگر باطن میں اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے، گوان میں تمام باتیں، دین ہی کی ہوں، مگر الفاظ چونکہ ان کے اپنے ہی ہیں، اس لئے وہ ظلمت سے خالی نہیں ہوتے، جس کے دل میں کچھ بھی ادراک ہے، وہ اس فرق کو ضرور محسوس کرے گا(ایضاً:ص۸۸)

ہم نے بعض اہلِ علم حضرات کو دیکھا، جن پر عرصہ دراز تک دین اور علمِ دین کے ساتھ وابستہ ہونے کے باوجود دینی علم کا صحیح رنگ نہ چڑھ سکا، جس کی بنیادی وجہ قرآن وسنت اور فقہ کے بجائے اہلِ باطل، یا دنیاداروں کی، یا تاریخی کتب کا مطالعہ کرنا تھی، جن سے ان پر وہی رنگ چڑھا، جو اہلِ باطل اور دنیاداروں کا ہوتا ہے، اور فحش گوئی کے بھی عادی بنے، اور منع کرنے اور سمجھانے بجھانے کے باوجود اپنی حرکات سے باز نہ آئے، کیونکہ عام تاریخی کتابوں میں جھوٹے سچے واقعات اور لڑائی جھگڑوں، اور ایک دوسرے کے ساتھ دنیا کی وجہ سے بے ہنگم اختلافات کی باتیں بہت زیادہ ہوتی ہیں، ان میں دل چسپی کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایسا انسان خود بھی ان چیزوں کا عادی اور مشتاق ہوجاتا ہے، جن سے پھر قبر میں پہنچنے تک جان نہیں چھوٹتی۔

یہی حال موجودہ زمانہ میں سوشل میڈیا، اور فیس بک وغیرہ کا بھی ہے، بلکہ ان چیزوں کی حالت زیادہ ناگفتہ بہ ہے، ادب وآداب اور کسی بھی چیز کا لحاظ نہیں، نہایت فحش گوئی پر مبنی مواد ہے۔

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔آمین۔

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط65) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (تینتالیسواں حصہ)

فقہ مالکی کا تعارف ومنہج، شیوخ وتلامذہ اوران کی دینی وعلمی خدمات کا ذکر گزشتہ اقساط میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے، جس کے بعد مالکی فقہ کی اہم ترین کتب، جو کہ بنیاد اور اصول کا درجہ رکھتی ہیں، کا ذکر گزرا، جس میں مالکی فقہ کی دو اہم کتابیں ''موطاء اور مدوّنہ'' اور پھر اہم متون میں سے ''مختصر خلیل'' شامل ہیں، ذیل میں مزید کچھ متون کا ذکر کیا جاتا ہے۔

كتابُ التلقين :

مختصر خلیل کے بعد فقہ مالکی کا دوسرا اہم متن ''التلقین'' ہے، جسے ''كتابُ التلقين''، اور ''التلقين في الفقه المالكي'' وغیرہ جیسے مختلف ناموں سے بھی جانا جاتا ہے، یہ متن نامور مالکی محدث وفقیہ ''قاضی عبدالوہاب بغدادی'' (متوفی: 422) کا تالیف کردہ ہے، آپ بغداد کے رہنے والے تھے، اور پانچویں صدی ہجری میں تمام فقہائے مالکیہ کے سردار کہلاتے تھے، ان کو ''شيخُ المالكية في عصرِهٖ'' بھی کہا جاتا تھا۔

مالکی فقہ پر ان کی یہ کتاب نہایت اہم اور مشہور ہے، جو کہ مالکی فقہ کے معتمد مسائل کا مختصر مگر جامع مجموعہ ہے، التلقین کا اسلوب نہایت مختصر اور فقہی ہے، جس میں فقہی مسائل کو ابوابِ فقہ کی ترتیب پر جمع کرتے ہوئے، غیر ضروری تفریعات اور طویل دلائل سے گریز کیا گیا، اور زیادہ تر معتمد مذہبی اقوال بیان کیے گئے، یہ کتاب اگرچہ مبتدی طلباء کے لیے لکھی گئی، لیکن اس کی علمی حیثیت اور جامعیت کی وجہ سے بعد کے فقہاء نے اسے درس وتدریس کی بنیاد بنایا، یہاں تک کہ اس کا شمار مالکی فقہ کے اہم متون میں ہونے لگا۔

''التلقین'' پر متعدد شروحات لکھی گئیں، جن میں سب سے مشہور اور اہم شرح علامہ مازری (متوفی: 536ہجری) کی تالیف کردہ ''شرحُ التلقين'' ہے، یہ شرح مالکی فقہ کی عظیم ترین شروحات میں شمار

www.idaraghufran.org

ہوتی ہے، جس میں صرف متن کی وضاحت پر اکتفاء نہیں کیا گیا، بلکہ مالکی مذہب کے دلائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب (حنفی، شافعی اور حنبلی) کے اقوال کا تقابل بھی کیا گیا ہے، اور فقہی تخریجات واستدلالات کے ساتھ ساتھ حدیث اور اصولی مباحث بھی شامل کیے گئے ہیں۔

ان خصوصیات کی بنا پر شیخ عبدالوہاب بغدادی کی ''التلقین'' اور اس پر علامہ مازری کی مذکورہ شرح مالکی فقہ کا ایک مستقل موسوعہ اور انسائیکلوپیڈیا بن جاتا ہے۔

عام طور پر مالکی علماء جب ''شرحُ التلقین'' کا مطلقاً ذکر کرتے ہیں، تو اس سے علامہ مازری کی مذکورہ شرح کی طرف ہی اشارہ ہوتا ہے، اس شرح کے کئی حصے مختلف ادوار میں مخطوطوں کی شکل میں رہے، لیکن بعد میں تدریجاً ان کی اشاعت ہوتی رہی، اور علامہ مازری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے زمانے میں ان جیسا کوئی بڑا مالکی فقیہ نہیں تھا۔

مالکی فقہ پر انتہائی مختصر مگر جامع متن ''التلقین'' کی تالیف کے بعد شیخ عبدالوہاب بغدادی نے مالکی فقہ پر ہی ایک کتاب ''الاشراف علی نکت مسائل الخلاف'' اور ایک کتاب ''المعونة علی مذهب عالم المدينة'' کے نام سے بھی تالیف فرمائیں، ''التلقین'' فقہ مالکی کا ایک مختصر متن ہے، جبکہ ''الاشراف'' اور ''المعونة'' دلائل وتوضیحات، اور فقہی مسائل کی تخریجات وتشریحات سے بھرپور اور تفصیلی کتابیں ہیں۔

جن میں مسائل کا تفصیلی حکم، قرآن وحدیث کے دلائل، مالکیہ کا استدلال، مخالفین کے اعتراضات کے جوابات، دیگر ائمہ کے اقوال کا ذکر اور ان کا تقابل وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

آسان الفاظ میں ''التلقین'' مختصر متن، ''المعونة'' مالکی مذہب کی تفصیلی اور مدلل شرح، جبکہ ''الاشراف'' مختلف فیہ مسائل اور دیگر مسالک کے ساتھ تقابلی مطالعہ، پر مشتمل کتب ہیں۔

جن کے تفصیلی مطالعہ اور تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عبدالوہاب صرف ناقلِ مذہب نہیں تھے، بلکہ مجتہدانہ نظر رکھنے والے ایک محقق فقیہ تھے، اسی وجہ سے بعد کے علماء نے ان سے بکثرت استفادہ کیا۔

الکافی:

''مختصر خلیل'' اور ''التلقین'' کے بعد فقہ مالکی کا ایک اور اہم متن ''الکافی'' ہے، جو کہ جلیل القدر

مالکی امام وعالم ''علامہ ابنِ عبدالبر قرطبیؒ'' (متوفی: 463ہجری) نے لکھا ہے، کتاب کا پورا نام ''الکافی فی فقه أهل المدینة'' ہے، علامہ ابن عبدالبر قرطبی اندلس کے اسلامی دور کے سرخیل ائمہ اسلامی میں سے ہیں، وقت کے بڑے متبحر عالم وامام، مجتہد، محدّث، مؤرخ، مؤدب اور کثیرُ التصانیف شخصیت تھے، احادیث کے حفظ وضبط کے حوالہ سے ''حافظُ المغرب'' کے لقب سے مشہور ہوئے، یعنی علومِ حدیث میں ان سے بڑھ کر کوئی ماہر دنیائے مغرب میں نہیں تھا، علماء و طلباء دور دراز کے علاقوں سے سفر کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے، اور فیض حاصل کرتے، اسی وجہ سے ''شیخ علماء الاندلس'' کا لقب بھی رکھتے تھے، مختلف شہروں کی سیر وسیاحت بھی کی، قاضی بھی رہے، بلاغت وادبی علوم میں بھی کمال مہارت حاصل تھی، مقدمات میں بڑے صحیح فیصلے کرتے، علم کا ایک بڑا ذخیرہ تصنیف وتالیف کی صورت میں چھوڑ کر گئے۔

علامہ ابن عبدالقرطبی رحمہ اللہ نے بہت سی کتابیں تالیف فرمائیں، جو اکثر وبیشتر علم حدیث پر ہیں، لیکن فقہ پر ان کا یہ متن ''التلقین'' بہت مشہور ہے، جس کا شمار مالکی فقہ میں اہم ترین متون میں ہوتا ہے، اور مصنف کی فقہی مہارت کا بہترین نمونہ سمجھی جاتی ہے۔

چنانچہ ابنِ عبدالبر قرطبی نے اس کتاب میں امام مالک اور اہلِ مدینہ کے فقہی مذہب کو نہایت منظّم انداز میں جمع فرمایا ہے، کتاب فقہ کے تمام ابواب پر مشتمل ہے، جس میں مسائل کو مختصر لیکن مدلل انداز میں بیان کیا گیا ہے، جو کہ عبدالوہاب بغدادی کی ''التلقین'' اور ''المعونة'' میں اختصار اور تفصیل کے درمیان ایک معتدل مقام رکھتی ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے ''التمهید'' اور ''الاستذکار'' کے نام سے بھی موطاء امام مالک کی دو بڑی شروحات لکھیں، چنانچہ ''التمهید'' موطاء امام مالک کی ایک ضخیم اور عظیم الشان شرح ہے، اس کو حدیث کی عمدہ اور بہترین شرحوں میں شمار کیا جاتا ہے، اسی کی بدولت علامہ ابن عبدالبر کو محدث اور مالکیہ میں سب سے بلند پایہ شارحِ حدیث قرار دیا گیا ہے، اور ''الاستذکار'' مصنف رحمہ اللہ کی مذکورہ شرح ''التمهید'' کا خلاصہ ہے، یہ دونوں شرحیں موطاء امام مالک کی اہم ترین شرحوں میں شمار ہوتی ہیں۔

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (قسط:2) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی اقدامات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ایک ایسے وقت میں ہوا جب اسلامی ریاست اپنی وسعت، سیاسی استحکام اور عسکری قوت کے اعتبار سے دنیا کی عظیم طاقتوں میں شمار ہونے لگی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کی مسلسل فتوحات نے ریاست کے دائرۂ اقتدار کو بے حد وسیع کر دیا تھا، جس کے نتیجے میں انتظامی مسائل کی نوعیت بھی بدل چکی تھی۔ ایسے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے سب سے بڑا ایجنڈا یہ تھا کہ وہ اس وسیع سلطنت کو استحکام، نظم اور وحدت کے ساتھ برقرار رکھیں۔ چنانچہ ان کی ابتدائی حکومتی پالیسی کا بنیادی ہدف فتوحات سے زیادہ ریاستی استحکام اور انتظامی تنظیم تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پہلی ترجیح اسلامی ریاست کے انتظامی تسلسل کو برقرار رکھنا تھی۔ انہوں نے خلافت سنبھالتے ہی کوئی انقلابی تبدیلی نہیں کی بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ نظام کو جاری رکھا۔

چنانچہ عمر تقی الدین فاسی لکھتے ہیں:

وأن عمر رضي الله عنه لما طعن في هذه السنة أوصى أن تقر عماله سنة، فأقر عثمان رضي الله عنه عمال عمر رضي الله عنه سنة على ما قيل(شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام،لحمد تقي الدين الفاسي ج٢ ص ١٩٣)

ترجمہ: اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سال زخمی کیا گیا تو انہوں نے وصیت کی کہ ان کے مقرر کردہ عمال کو ایک سال تک برقرار رکھا جائے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمال کو ایک سال تک ان کے عہدوں پر برقرار رکھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دورِ خلافت میں سیاسی استحکام اور اجتماعِ امت کو بنیادی اہمیت حاصل رہی۔ حضرت عمر کی شہادت کے بعد اگرچہ ایک وسیع سلطنت نئے خلیفہ کے سامنے تھی، تاہم

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فوری سیاسی تبدیلیوں کے بجائے تدریج اور تسلسل کی حکمتِ عملی اختیار کی۔ان کا طرزِ حکومت عمومی طور پر نرمی، مشاورت اور اختلافات کو کم کرنے پر مبنی تھا، جس کا مقصد مختلف قبائلی وعلاقائی طبقات کو مرکزی نظم کے ساتھ وابستہ رکھنا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انتظامی حکمت عملی کا ایک نمایاں پہلو مشاورت کا فروغ تھا۔اگر چہ وہ خلیفہ وقت تھے، لیکن اہم ریاستی فیصلوں میں صحابہ کرام سے مشورہ کرتے تھے۔خصوصاً حضرت علی حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ ان کی مشاورتی مجلس کا حصہ تھے(عثمان بن عفان، شخصیتہ وعصرہ، علی محمد الصلابی، دار المعرفۃ۔ص۱۸۹)

ان کی ایک بڑی ترجیح فتوحات کے نتیجے میں حاصل ہونے والے نئے علاقوں کا انتظامی استحکام تھا۔ ایران، خراسان، آرمینیا اور شمالی افریقہ کے وسیع علاقوں کو مرکزی حکومت کے ساتھ مربوط رکھنا آسان کام نہ تھا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مقصد کے لیے صوبائی نظم کو مضبوط کیا اور مقامی سطح پر نظم ونسق کو بہتر بنانے کی کوشش کی۔اس پالیسی کا مقصد سلطنت کے مختلف حصوں میں یکساں حکومتی عمل داری قائم کرنا تھا(الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، دار المعارف، القاہرۃ، 1967ء: ج۴ ص۲۹۰)

مالیاتی نظم وضبط بھی ان کی حکومتی ترجیحات میں شامل تھا۔بیت المال کی آمدنی حضرت عمر کے دور کی نسبت کہیں زیادہ بڑھ چکی تھی۔حضرت عثمان نے بیت المال کے نظام کو برقرار رکھا اور فوجیوں، سرکاری ملازمین اور مستحق افراد کے وظائف کے نظام کو جاری رکھا۔

چنانچہ محمد علی الصلابی لکھتے ہیں:

> اور جو نئی فتوحات عمل میں آئیں، ان کے تناظر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان فتوحات سے متعلق مالی پالیسی کے نفاذ کے نتیجے میں حضرت عثمان بن عفان کے دور میں بیت المال کا مالی نظام اپنے مطلوبہ مقاصد پورے کرنے میں کامیاب رہا۔خواہ اس اعتبار سے کہ اس نے ان فتوحات کے اخراجات کو پورا کیا، یا اس لحاظ سے کہ ان فتوحات کے نتیجے میں حاصل ہونے والی بہت سی غنیمتوں سے(جن میں بیت المال کو اپنا حصہ حاصل ہوا)

ریاستی مالیات کو تقویت ملی، یا دیگر آمدنی کے ذرائع سے، جن میں نئے آباد ہونے والے علاقوں کے مسلمانوں سے وصول کی جانے والی زکوٰۃ، اہلِ کتاب میں سے جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا ان سے وصول کیا جانے والا جزیہ، اور ان کی زمینوں کا خراج شامل تھا(عثمان بن عفان، شخصیتہ وعصرہ، علی محمد الصلابی، دارالمعرفتہ۔ص۲۸۰)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دور اندیشی کا سب سے روشن مظہر قرآن کریم کی تدوینِ رسمی ہے۔ مختلف علاقوں میں قرائت کے اختلافات کی اطلاعات موصول ہونے پر انہوں نے امت کے فکری اور دینی اتحاد کو یقینی بنانے کے لیے مصحفِ عثمانی تیار کروایا۔

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت وہ اہلِ شام اور اہلِ عراق کے ساتھ مل کر ارمینیہ اور آذربائیجان کی فتوحات میں شریک تھے۔ وہاں انہوں نے مختلف علاقوں کے لوگوں کو قرآن کریم کی قرائت میں اختلاف کرتے ہوئے دیکھا تو انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں امتِ مسلمہ بھی اپنی کتاب کے بارے میں اسی طرح اختلاف کا شکار نہ ہو جائے جیسے اس سے پہلے یہود و نصاریٰ اپنی کتابوں کے بارے میں اختلاف کا شکار ہوئے۔ حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا کہ لوگ کہیں اختلاف میں نہ پڑ جائیں۔ حضرت عثمان نے اس اہم دینی خطرے کا ادراک کرتے ہوئے حضرت حفصہ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ وہ صحیفے بھیج دیں جو حضرت ابوبکر کے دور میں جمع کیے گئے تھے، تاکہ ان کی بنیاد پر قرآن کے مستند نسخے تیار کیے جائیں۔ حضرت حفصہ نے وہ صحیفے حضرت عثمان کو بھیج دیے۔ پھر حضرت عثمان نے حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن عاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک جماعت مقرر کی، جنہوں نے ان صحیفوں سے متعدد مصاحف تیار کیے۔ حضرت عثمان نے ہدایت دی کہ اگر کتابت میں کسی لفظ کے بارے میں اختلاف ہو تو اسے قریش کے لہجے کے مطابق لکھا جائے، کیونکہ قرآن اسی زبان میں نازل ہوا تھا۔ جب مصاحف تیار ہو گئے تو ایک نسخہ حضرت حفصہ کو واپس کر دیا گیا اور باقی تیار شدہ مصاحف اسلامی ریاست کے مختلف علاقوں میں بھیج دیے گئے(صحیح بخاری رقم ۴۹۸۷)

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

حمزہ اور موبائل کی دنیا

پیارے بچو! حمزہ ایک ذہین اور ہنس مکھ لڑکا تھا۔ اسے اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلنا بہت پسند تھا، لیکن کچھ عرصے سے وہ زیادہ تر وقت موبائل فون پر گیمز کھیلنے اور ویڈیوز دیکھنے میں گزارنے لگا تھا۔ صبح اٹھتے ہی موبائل، کھانے کے وقت موبائل اور رات کو سونے سے پہلے بھی موبائل اس کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اس کے دوست علی، بلال اور احمد اسے کھیلنے کے لیے بلاتے۔ لیکن وہ نہ جاتا۔ آہستہ آہستہ حمزہ کی عادت بن گئی کہ وہ باہر جانے کے بجائے کمرے میں بیٹھا رہتا۔ کچھ دنوں بعد اسے محسوس ہوا کہ وہ جلد تھک جاتا ہے، آنکھوں میں درد رہتا ہے اور پڑھائی میں بھی دل نہیں لگتا۔ اس کے ابو نے پوچھا بیٹا! تم پہلے کی طرح کھیلتے کیوں نہیں؟ حمزہ نے بتایا کہ اسے اب باہر جانے میں مزہ نہیں آتا، بس موبائل پر وقت گزارنا اچھا لگتا ہے۔ ایک دن حمزہ کے دوست علی، بلال اور احمد پارک میں کرکٹ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے حمزہ کو بھی بلایا۔ پہلے تو حمزہ نے انکار کیا، لیکن پھر سوچا کہ کافی دنوں سے اس نے کوئی کھیل نہیں کھیلا۔ وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ شروع میں وہ جلد تھک گیا، لیکن کچھ دیر بعد اسے بہت مزہ آنے لگا۔ کھیلنے کے بعد اسے اپنے اندر تازگی اور خوشی محسوس ہوئی۔ علی نے حمزہ سے کہا کہ دیکھو! موبائل سے ہمیں بہت سی اچھی چیزیں سیکھنے کو ملتی ہیں، لیکن اگر ہم ہر وقت اس میں لگے رہیں تو ہمارا جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ کھیل کود، دوڑنا اور دوستوں کے ساتھ وقت گزارنا بھی بہت ضروری ہے۔ حمزہ کو علی کی بات سمجھ آ گئی۔ اب حمزہ نے فیصلہ کیا کہ وہ موبائل کو صرف ضرورت کے وقت استعمال کرے گا۔ اس نے روزانہ کھیلنے کا وقت مقرر کر لیا۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کرکٹ، فٹ بال اور دوسرے کھیل کھیلنے لگا۔ کچھ ہی دنوں میں وہ پہلے سے زیادہ چست، خوش اور توانا محسوس کرنے لگا۔ حمزہ نے اپنے دوستوں سے کہا موبائل ایک اچھی چیز ہے، لیکن ہمیں اس کا غلام نہیں بننا چاہیے۔ صحت مند رہنے کے لیے کھیلنا، ورزش کرنا اور اپنے دوستوں کے ساتھ وقت گزارنا بہت ضروری ہے۔ اب حمزہ اور اس کے دوست روزانہ کھیلتے اور خوش رہتے تھے۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط103) مفتی طلحہ مدثر

زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ:21)

معززخواتین!بالوں سے متعلق پہلے یہ بیان کیا جاچکا ہے،صحیح احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’وصل‘‘ سے منع فرمایا ہے،اوراس کے لیے ’’الواصلة ‘‘کالفظ استعمال فرمایا ہے،جس کے حوالہ جات پہلے بیان کیے جاچکے ہیں،اب لغت کے اعتبار وصل (بال ملانا) کا معنیٰ بہت عام ہے،خواہ وہ وصل (ملانا) انسانی بالوں سے ہو،یاانسان کے علاوہ کسی اور جاندار کے بالوں سے ہو،خواہ پاک چیز سے ہو،یاناپاک چیز سے ہو،مصنوعی بال سے ہو۔ان تمام صورتوں کواس معنی میں شامل کیا جاسکتا ہے،اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے بظاہر یہی مفہوم سمجھ آتا ہے،چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

زَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَصِلَ الْمَرْأَةُ بِرَأْسِهَا شَيْئًا (صحيح مسلم ،باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة، 121-2126)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے لیےاپنے سر میں کوئی چیز ملانے سے منع فرمایا ہے۔(مسلم)

متعدد علماءاس کواسی عام مفہوم میں لیتے ہیں،لیکن عمومی طور پر بہت سے اہلِ علم نے حدیث کو اتنے عام مفہوم میں نہیں سمجھا،اکثر فقہاءشروع دور سے ہی اس کی کچھ شکلوں کی اجازت کے قائل ہیں،چنانچہ حدیث کی کتاب سنن ابی داود میں ہے:

سالمٍ عن سعيدِ بن جُبير، قال: لا بأسَ بالقرامِلِ ، قال أبو داود: كأنَّه يذهب إلى أن المنهي عنهُ شعور النساء ،قال أبو داود: كان أحمد يقول: القرامل ليس به بأسٌ (سنن ابی داود،باب في صلة الشعر، 4171)

ترجمہ:سالم سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہیں،کہ ڈوریاں باندھنے میں کوئی حرج نہیں ،ابو داود فرماتے ہیں،گویا کہ ان کی رائے یہ ہے ،ممانعت

عورتوں کے بالوں سے کی گئی ہے،(اس کے علاوہ میں ممانعت نہیں ہے)،ابوداود کہتے ہیں،امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے تھے، بالوں میں ڈوریاں یا فیتے باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے(ابوداؤد)

عربی میں ''قــرامــل'' سے مرادریشم یااون کی وہ ڈوریاں یاستریاں ہوتی ہیں،جن سے خواتین اپنے بالوں کوباندھتی ہیں،یاان کی چوٹیاں بناتی ہیں۔ [1]

بہت سے حضرات نے سعید بن جبیر،امام احمد بن حنبل کے علاوہ امام ومحدث لیث بن سعد کے بارے میں بھی یہی قول نقل کیا ہے،جبکہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے،کہ لعنت صرف وصل یعنی بال ملانے کے عمل پر ہے،اگراس کوملائے بغیرصرف رکھا جائے،تو ایسی صورت میں ممانعت نہیں ہے، نیز سنن الکبری،مصنف ابن ابی شیبۃ اورامام ابویوسف کی کتاب الآثارمیں بعض آثارایسے ملتے ہیں،جن سے معلوم ہوتا ہے،کہ یہ ممانعت بالکل عام نہیں ہے،امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے سلسلے سے جو موطا روایت کی ہے،اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کرنے کے بعدارشادفرمایاہے:

قال محمد: وبهـذا نـأخـذ، يكره للمرأة أن تصل شعرا إلى شعرها، أو تتـخـذ قـصة شـعـر، ولا بـأس بـالـوصل فى الرأس إذا كان صوفا، فأما الشـعـر مـن شـعـور الـناس فلا ينبغي، وهو قول أبى حنيفة، والعامة من فـقهائنا رحمهم الله تعالى (مـوطـا امام مالک ، رواية محمد بن حسن الشيبانى، باب: المرأة تصل شعرها بشعر غيرها رقم الحديث 907)

ترجمہ: محمد (یعنی امام محمد خود) کہتے ہیں، ہم اسی سے دلیل پکڑتے ہیں،عورت کے لیے یہ مکروہ ہے،کہ اپنے بالوں کے ساتھ بال ملائے ، یا بالوں کا گچھا (جوڑا) ملائے،اورسر کے بالوں میں اونی بال ملانے میں کوئی حرج نہیں ہے، جہاں تک انسانوں کے بالوں کا حکم ہے،تووہ مناسب نہیں ہے،یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے،اور

---

[1] والــمــراد بهـا خيـوط مـن حرير أو صـوف يعـمـل ضـفـائـر تـصـل بـه الـمـرأة شعـرهـا(عـون المعبود،ج ١١ ص ١٥٠)

www.idaraghufran.org

ہمارے اکثر فقہاء رحمہم اللہ کا قول ہے (موطا)

مالکی مذہب کے علاوہ تینوں فقہوں میں اس سلسلے میں اپنی اپنی تفصیل کے مطابق گنجائش موجود ہے، تاہم اگر کوئی احتیاط کرے ،تو بہت اچھی بات ہے ،لیکن اگر کوئی خاتون انسانی بالوں کے علاوہ مصنوعی بالوں یا کسی اور پاک چیز سے وصل کرے تو اس کی بھی گنجائش ہوگی۔

Hair transplant اور وگ کا حکم

آج کل بہت سے ایسے طریقے ایجاد ہوچکے ہیں،جس سے سر میں بالوں کی پیوندکاری یا ہئر ٹرانسپلانٹ کیا جاتا ہے،جس میں مطلوبہ شخص کے جسم کے کسی حصے سے بال لے کر اسی کے سر میں مخصوص طریقے سے لگا دیے جاتے ہیں،جس کے بعد ان بالوں کی گروتھ بھی ہوتی ہے،اور وہ بالکل دوسرے بالوں کی مثل ہوجاتے ہیں، یہ صورت بھی ''وصل'' میں داخل نہیں ہے،جس پر لعنت وارد ہوئی ہے، ہاں ممانعت کی کوئی اور وجہ ہو،مثلاً کسی دوسرے شخص کے بال لگائیں جائیں ،تو ناجائز ہوگا،لیکن اس کی وجہ ''وصل'' نہیں ہوگا۔

جہاں تک وگ کا تعلق ہے،تو انسانی بالوں سے بنی ہوئی وگ کا استعمال جائز نہیں ہے، لیکن اگر مصنوعی بالوں کی وگ استعمال کی جائے ،تو جو حضرات انسانی بالوں تک ممانعت کو محدود سمجھتے ہیں ،ان کے نزدیک ایسی وگ کا استعمال بھی جائز ہوگا۔

پراندہ استعمال کرنا

ہمارے برصغیر میں خواتین اپنے بالوں میں پراندے کا استعمال کرتی ہیں، یہ ہمارے علاقے کا رواج ہے ،عرب میں یہ رائج نہیں تھا، اور یہ مختلف رنگوں اور ڈیزائن کا دستیاب ہوتا ہے، جو علماء حدیث کو عام لیتے ہیں وہ اس سے منع کرتے ہیں،لیکن اکثر علماء اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ،اور وہ ممانعت کو محدود قرار دیتے ہیں اولاً تو عرب میں یہ رائج ہی نہیں تھا،تو حدیث سے اس کو ممنوع قرار دینا مشکل ہے،دوسرا اگر پراندہ رنگین دھاگوں کا ہو، جو بالوں کے مشابہ بھی نہ ہو،تو ممانعت کی وجہ ''تزویر'' یعنی دھوکہ دہی بھی باقی نہیں رہتی، اسی طرح خوبصورتی کے لیے بالوں میں زیور استعمال کیا جائے تو بھی جائز ہوگا، کیونکہ وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

آپ کے دینی مسائل کا حل　　　　ادارہ

عامی کو دلیل کے طلب کرنے کا حکم

سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کوئی غیر عالمِ دین کسی مفتی سے فتویٰ حاصل کرتے وقت دلیل طلب کرسکتا ہے، جیسا کہ بعض مستفتی یہ لکھ دیتے ہیں کہ:

”بینوا بالدلیل وتوجروا بالجزیل“

ایک مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ جو شخص باقاعدہ درسِ نظامی سے فارغ شدہ جید عالمِ دین، اور جید مفتی نہ ہو، جس نے پہلے سترہ سال درسِ نظامی اور مفتی کے کورس میں خرچ کیے ہوں، پھر کچھ مدت کسی ماہر عالم ومفتی کی سرپرستی میں کام کیا ہو، وہی شرعی مسئلہ کی دلیل طلب کرسکتا ہے، اور دلیل طلب کرنے پر انہوں نے احسن الفتاویٰ کے ایک صفحہ کی نقل ارسال کی، جس کے شروع میں یہ عنوان قائم ہے کہ:

”غیر عالم کے لئے طلبِ دلیل جائز نہیں“

اور اس ضمن ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے کہ:

”عوام، مفتیانِ کرام سے قانونِ شریعت، دریافت کرسکتے ہیں، طلبِ دلائل کے مجاز نہیں، ہاں اگر کسی کو علمِ دلائل کا شوق ہو، تو پہلے پندرہ سال کسی مستند دینی درسگاہ میں لگا کر، نصابِ عام کی تکمیل کرکے، اعلیٰ نمبروں پر کامیابی حاصل کرے، پھر افتاء کے درجہ تخصص میں دوسال کے لئے داخلہ لے، اس میں محنت کرکے، امتیازی کامیابی حاصل کرے، پھر ماہر فن کی سرپرستی میں کچھ مدت کام کرے، اس کے بعد امید ہے کہ دلائل سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے، فقط“ (احسن الفتاویٰ، ج۱، ص۴۰۲، کتاب العلم والعلماء)

اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ غیر عالم استفتاء کرنے والے کو کسی مسئلہ کی دلیل کا طلب کرنا جائز نہیں۔

اور جب طلب کرنا جائز نہیں، تو غیر عالم کو فتوے میں دلیل لکھنا بھی جائز نہیں۔
اس سلسلہ میں آپ سے تحقیق مطلوب ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:

مسائلِ فقہیہ میں عوام کو مجتہدین کے فتوے کی بلا دلیل تقلید کرنا جائز ہے۔
اور مسائلِ اصولیہ واعتقادیہ میں تقلید جائز ہونے، نہ ہونے میں متکلمین وفقہاء کا اختلاف ہے۔

مفتی سے دلیل طلب کرنے کے متعلق اقوال

اور عامی کو مفتی سے دلیل طلب کرنے کے حکم کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔
شمس الائمہ سرخسی حنفی نے فرمایا کہ مستفتی کو مفتی سے دلیل کا مطالبہ کرنے میں حرج نہیں، جب وہ دلیل کا اہل ہو، تاکہ جواب کے صواب ہونے پر اطمینان حاصل ہو سکے۔
اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ دلیل کے مطالبہ، اور دلیل کے پیش کرنے کا مدار مسئلہ کی نوعیت اور مستفتی کی اہلیت کے مطابق ہے، بعض اوقات مستفتی کو دلیل کے بغیر اطمینان نہیں ہوتا، یا اس کے سامنے متعارض دلائل ہوتے ہیں، دلیل سے اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔
اور ابنِ سمعانی کا قول ہے کہ مستفتی کو اپنے آپ کے لئے احتیاط کی وجہ سے دلیل کا طلب کرنا جائز ہے، جس کے بعد اگر مسئلہ قطعی ہو، تو مفتی کے ذمہ دلیل کو ذکر کرنا لازم ہے، لیکن اگر قطعی نہ ہو، تو پھر دلیل ذکر کرنا لازم نہیں، کیونکہ اس کو سمجھنے کے لئے اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے، اور عامی اجتہاد سے قاصر ہوتا ہے۔
بدرالدین محمد بن عبداللہ بن بہادر زرکشی شافعی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔
اور شمس الدین برماوی شافعی کا بھی یہی قول ہے۔
اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ مستفتی کو تو بہرحال طلبِ دلیل جائز ہے، اس کے بعد مسئلہ کی نوعیت کے مطابق دلیل کے پیش کرنے، نہ کرنے کا وظیفہ مفتی کا ہے۔
اور بعض شافعیہ وحنابلہ کا قول ہے کہ عامی کے لئے مفتی سے فتویٰ طلب کرتے وقت دلیل کا مطالبہ

کرنا مناسب نہیں، تاکہ مفتی کی تقلید کے مسئلہ کا اتباعِ دلیل پر موقوف ہونا لازم نہ آئے، البتہ اگر مستفتی اپنے قلب کی تسکین کے لئے ایسا کرنا چاہے، تو فتوے کو قبول کرنے کے بعد اسی مجلس میں، یا دوسری مجلس میں مفتی سے دلیل کا مطالبہ کرنے میں حرج نہیں۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ مذکورہ حضرات کے نزدیک طلبِ دلیل بذاتِ خود ممنوع، یا مکروہ نہیں، بلکہ ایک دوسری وجہ سے ممنوع، یا مکروہ ہے۔

اب اس بیان کردہ مذکورہ تفصیل کے متعلق چند حوالہ جات وعبارات ملاحظہ فرمائیں۔

شمس الائمہ سرخسی کا حوالہ

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:

لا بأس للمستفتي أن يطالب المفتي بالدليل إذا كان أهلا لذلک......فيطالبه بالدليل ليتبين ما هو الصواب فيحصل المقصود من غير أن يستوحش أحد، وهذا أقرب إلى حسن العشرة (المبسوط،لشمس الأئمة السرخسي،ج ۱۴،ص ۶،کتاب الصرف)

ابوالمظفر سمعانی کا حوالہ

ابوالمظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار سمعانی حنفی ثم الشافعی فرماتے ہیں:

فإن قال قائل :هل يجوز للعامی أن يطالب العالم بدليل؟

الجواب قلنا :لا يمنعه أن يطالب به لأجل احتياطه لنفسه ويلزم العالم أن يذكر الدليل إن كان مقطوعا به لإشرافه على العلم بصحته ولا يلزمه أن يذكر له الدليل إن لم يكن مقطوعا به لافتقاره إلى الاجتهاد ويقصر عنه العامی(قواطع الادلة، ج ۲،ص ۳۵۷،القول فی الاجتهاد وما يتصل به)

ابوالمظفر سمعانی کا دوسرا حوالہ

موصوف مذکورہ تالیف میں ہی مسائلِ اصولیہ واعتقادیہ کے متعلق فرماتے ہیں:

وأما الكلام فی مسائل الأصول:

فقد ذهب جميع المتكلمين وطائفة من الفقهاء أنه لا يجوز للعامی التقليد فيها ولا بد أن يعرف ما يعرفه بالدليل وقالوا :العقائد الأصولية عقلية

والناس جميعا مشتركون فى العقل ولأن العلم بها واجب والعلم لا يحصل للمقلد بتقليد غيره ولأن الدلائل على الأصول ظاهرة وليست غامضة فتكليف العامى ليعرف الأصول بدلائلها لا يؤدى إلى الحرج الشديد فيسقط عنهم لذلك.

واعلم أن أكثر الفقهاء على خلاف هذا وقالوا :لا يجوز أن نكلف العوام اعتقاد الأصول بدلائلها؛ لأن فى ذلك المشقة العظيمة والبلوى الشديدة وهى فى الغموض والخفاء أشد من الدلائل الفقهية فى الفروع ولهذا خفى على كثير من العقلاء مع شدة عنايتهم فى ذلك واهتمامهم العظيم فصارت دلائل الأصول مثل دلائل الفروع ولأنا نحكم بإيمان العامة ونقطع أنهم لا يعرفون الدلائل ولا طرقها وإنما شأنهم التقليد والاتباع المحض وإنما طريقهم أخذ شيئين فى التقليد أحدهما أنهم عرفوا أن العلماء قد قالوا ما قالوا عن حجة ودليل فيكون اتباعهم لأقوال العلماء اعتقادا عن دليل بهذا الوجه.

وأما لأن العوام يعلمون أن العلماء يقولون ما يقولون عن النبى صلى الله عليه وسلم وقد عرفوا إقامة النبى صلى الله عليه وسلم من المعجزات ما يعجز عنه البشر وتحقق فى قلوبهم ثبوته بهذا الطريق وأنه يقول ما يقوله عن الله عز وجل فحصلت عقائدهم عن علم ودليل قام لهم فيها بهذا الوجه(قواطع الادلة، ج۲،ص۳۴۶،القول فى الاجتهاد وما يتصل به)

بدرالدین زرکشی کا حوالہ

بدرُالدین محمد بن عبداللہ بن بہادر زرکشی شافعی فرماتے ہیں:

مسألة قال ابن السمعانى :ويجوز للعامى أن يطالب العالم بدليل الجواب، لأجل احتياطه لنفسه .ويلزم العالم أن يذكر له الدليل إن كان مقطوعا به، لإشرافه على العلم بصحته .ولا يلزمه إن لم يكن مقطوعا به، لافتقاره إلى اجتهاد يقصر عنه فهم العامى (البحر المحيط فى أصول الفقه، ج۸،ص۳۶۴،الإفتاء والاستفتاء)

امام ابنِ صلاح کا حوالہ

اورامام ابنِ صلاح فتاویٰ کے اصولوں میں فرماتے ہیں:

www.idaraghufran.org

العاشرة لا ينبغي للعامي أن يطالب المفتي بالحجة فيما أفتاه به ولا يقول له لم وكيف فإن أحب أن تسكن نفسه لسماع الحجة في ذلك سأل عنها في مجلس آخر أو في ذلك المجلس بعد قبول الفتوى مجردة عن الحجة .
وذكر (ابو المظفر) السمعاني أنه لا يمنع من أن يطالب المفتي بالدليل لإجل احتياطه لنفسه وأنه يلزمه أن يذكر له الدليل إن كان مقطوعا به ولا يلزمه ذلك إن لم يكن مقطوعا به لافتقاره إلى اجتهاد يقصر عنه العامي والله أعلم(فتاوى ابن الصلاح، ج ۱، ص ۹۲)

ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی کا حوالہ

اورعلاءالدین ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی، دمشقی حنبلی فرماتے ہیں:

فصل: لا ينبغي للعامي أن يطالب المفتي بالحجة فيما أفتاه (به)
*ولا يقول (له)" : لم؟ "، ولا" :كيف؟ ."
*فإن أحب أن تسكن نفسه بسماع الحجة (في ذلك)، سأل عنها في مجلس آخر، أو) في ذلك المجلس بعد قبول الفتوى مجردة عن الحجة.
وقيل" :له أن يطالب المفتي بالدليل؛ لأجل احتياطه لنفسه.
وأنه يلزمه أن يذكر (له) الدليل إن كان قطعيا.
ولا يلزمه (ذلك) إن كان ظنيا؛ لافتقاره إلى اجتهاد يقصر عنه العامي (صفة المفتي والمستفتي، ص ٣٠٦)

ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی کا دوسرا حوالہ

اورموصوف اپنی دوسری تالیف میں فرماتے ہیں:

ولا يطالبه بالحجة، هذا الصحيح.
وقال ابن السمعاني :لا يمنع منه، ويلزمه ذكر دليل قطعي، وإلا فلا.
قال البرماوي وغيره " :للعامي سؤال المفتي عن مأخذه استرشادا، ويلزم العالم حينئذ أن يذكر له الدليل إن كان مقطوعا به، لا الظني لافتقاره إلى ما يقصر فهم العامي عنه(التحبير شرح التحرير في أصول الفقه، ج٨، ص٤١٠٧)

ابوعبداللہ عسقلانی کا حوالہ

اورشمس الدین ابوعبداللہ عسقلانی برماوی شافعی فرماتے ہیں:

للعامی سؤال المفتی عن مَأُخَذه استرشادًا وَیلزم العالم حینئذٍ أنْ یذکر له الدلیل إنْ کان مقطوعًا به، لا الظنی؛ لافتقاره إلی ما یَقْصُر فَهْم العامی عنه(الفوائد السنیة فی شرح الألفیة، ج۵،ص ۳۳۵،الباب الرابع)

اور ہم اپنی تالیفات میں اس مسئلہ پر کلام کر چکے ہیں کہ اجتہادی مسائل میں نکیر جائز نہیں،اور اس طرح کے اجتہادی مسائل میں دلیل کے پیشِ نظر کسی قول کو ترجیح دینا جائز ہے۔

اور ہمارا رجحان اس طرف ہے کہ مستفتی کو دلیل کا مطالبہ جائز ہے، جب اس میں دلیل کو سمجھنے کی اہلیت ہو، پھر جس مسئلہ کی جو دلیل ہو،اس کا حسبِ موقع وحسبِ حال پیش کرنا مفتی کا وظیفہ ہے،اور یہ بات معلوم ہے کہ جس طرح تمام مسائل،اوران کے دلائل یکساں نوعیت کے نہیں ہوتے،اسی طرح تمام مستفتی بھی یکساں اِستعداد کے حامل نہیں ہوتے۔

اس لئے ہر مسئلہ اور ہر مستفتی کے لئے یکساں حکم متعین کرنا،اور طلبِ دلیل،اور عرضِ دلیل کو ممنوع ٹھہرانا مناسب وراجح نہیں۔

علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

من الناس من قد یعجز عن معرفة الأدلة التفصیلیة فی جمیع أموره فیسقط عنه ما یعجز عن معرفته لا کل ما یعجز عنه من التفقه ویلزمه ما یقدر علیه .

وأما القادر علی الاستدلال؛ فقیل :یحرم علیه التقلید مطلقا وقیل :یجوز مطلقا وقیل :یجوز عند الحاجة؛ کما إذا ضاق الوقت عن الاستدلال وهذا القول أعدل الأقوال .

والاجتهاد لیس هو أمرا واحدا لا یقبل التجزی والانقسام بل قد یکون الرجل مجتهدا فی فن أو باب أو مسألة دون فن وباب ومسألة.

وکل أحد فاجتهاده بحسب وسعه (مجموع الفتاویٰ، ج۲۰ص ۲۱۲،کتاب اصول الفقه ''الجزء الثانی:التمذهب''سئل عمن تمذهب بمذهب من الاربعة الخ)

یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں عربی اور اردو کتابوں میں فقہی مسائل کے دلائل وماخذ ذکر ونقل کرنے کا رواج رہا ہے،اور مستفتی کی طرف سے جواب میں دلیل کے مطالبہ پر مفتیان کی طرف سے عام طور سے نکیر کا معمول بھی نہیں رہا، پھر دلیل کا انتخاب مفتی کی صلاحیت وقابلیت پر ہے،کوئی جواب میں

www.idaraghufran.org

قرآن کی آیت لکھتا ہے،کوئی حدیث لکھتا ہے،کوئی اجماع کا حوالہ دیتا ہے،کوئی قیاس کا ذکر کرتا ہے،کوئی فقہی کتاب کی عبارت، یا اس کا حوالہ لکھتا ہے۔

یہ سب اپنی اپنی جہت سے مستفتی کے لئے دلائل ہیں،کوئی کسی حیثیت سے اور کوئی کسی حیثیت سے۔

اور اگر مستفتی کی طرف سے طلبِ دلیل ہی کو علی الاطلاق شجرۂ ممنوعہ قرار دیا جائے،تو پھر حق وغیر حق بات،اور علمائے حق وعلمائے سوء،اور تقلیدِ جائز وناجائز میں امتیاز کی کیا صورت ہوگی، بالخصوص ایسے زمانہ میں جب بہت سے جہلاء بھی علماء کہلاتے ہوں،اور باطلین کی بھی کثرت ہو،اور وہ قرآن وسنت،اور اہل السنہ کے منافی مسائل کی تبلیغ واشاعت بھی کرتے ہوں،ایسے وقت میں دلیل کے بغیر اگر ہر عالم کے قول کو حجت قرار دیا جائے گا،اور ساتھ ہی دلیل کے مطالبہ کو بھی ممنوع ٹھہرایا جائے گا،تو جس طرح دین کے عنوان سے کھیل کھیلا اور تماشہ لگایا جائے گا، وہ مخفی نہیں، جس کی مثالوں کی موجودہ زمانہ کمی نہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا (صحيح البخاری، رقم الحديث ۱۰۰، کتاب العلم، باب: کيف يقبض العلم)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ، بندوں سے علم کو ویسے ہی ختم نہیں کرے گا کہ علم کو لوگوں سے اٹھالے، بلکہ علم کو، علماء کے اٹھا لینے کی صورت میں ختم کرے گا، یہاں تک کہ جب (کسی علاقہ میں) کوئی عالم باقی نہیں رہے گا، تو لوگ، جاہلوں کو اپنا پیشوا، بنالیں گے، پھر ان جاہلوں سے سوال کریں گے، یہ جاہل لوگوں کو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، پھر یہ (جاہل پیشوا، اور فتویٰ دہندہ

لوگ) خود بھی گمراہ ہوں گے،اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے(صحیح بخاری)

اس حدیث میں گمراہ ہونے کے ساتھ گمراہ کرنے کے الفاظ سے یہ بات سمجھنا مشکل نہیں کہ ایسے نام نہاد جہلاء خود بھی گمراہ ہوں گے،اور اپنے فتاویٰ سے دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

ظاہر ہے کہ اصل اطاعت،اللہ اور اس کے رسول کی واجب ہے،اور جب بکثرت اختلاف رونما ہو،اور حق و باطل کی تمیز نہ ہو،تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کا حکم ہے،جس کی سب سے احسن تاویل اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنا ہی ہے،جیسا کہ قرآن مجید میں حکم ہے،اسی کے ساتھ مخلوق کی اطاعت میں خالق کی نافرمانی بھی جائز نہیں،اور خالق کی نافرمانی کا پتہ چلانے میں آج،دین کے قزاقوں کے ہوتے ہوئے،دلیل کی بڑی اہمیت ہے۔

احمد بن محمد منقور کا حوالہ

احمد بن محمد منقور فرماتے ہیں:

النص وإن أوجب على العامى الأخذ بقول المفتى مجرداً عن الدليل؛ فعدم علمه بالدليل تقليداً فى الحكم، وإلا لزم العامى إمضاء فتوى المفتى، وليس بلازم إلا بالإمضاء بالفعل كما علمت، وقال فى "الحاوى القدسى:" التقليد جعل الشىء كالقلادة فى العنق، حقاً كان أو باطلاً، وهو أنواع : واجب، وجائز، وحرام.

فالواجب :تقليد المعصوم عن الخطأ، وهو النبى صلى الله عليه وسلم المبعوث بالحق.

والجائز :تقليد العوام العلماء فى الفروع بالإجماع، وفى أصول الدين مختلف فيه.

والتقليد الحرام :فهو كتقليد الآباء والأكابر فى الأباطيل (الفواكه العديدة فى المسائل المفيدة، ج۲،ص ۱۵۲،من كتاب القضاء)

علامہ ابنِ تیمیہ کے مزید حوالہ جات

علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

و المقصود هنا أن المذكور عن سلف الأمة وأئمتها من المنقولات :ينبغى للإنسان أن يميز بين صحيحه وضعيفه كما ينبغى مثل ذلك فى

المعقولات والنظريات وكذلك في الأذواق والمواجيد والمكاشفات والمخاطبات فإن كل صنف من هذه الأصناف الثلاثة فيها حق وباطل ولا بد من التمييز في هذا وهذا .وجماع ذلك أن ما وافق كتاب الله وسنة رسوله الثابتة عنه وما كان عليه أصحابه فهو حق وما خالف ذلك فهو باطل .فإن الله يقول :(يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير وأحسن تأويلا) وقال تعالى .(كان الناس أمة واحدة فبعث الله النبيين مبشرين ومنذرين وأنزل معهم الكتاب بالحق ليحكم بين الناس فيما اختلفوا فيه وما اختلف فيه إلا الذين أوتوه من بعد ما جاء تهم البينات بغيا بينهم فهدى الله الذين آمنوا لما اختلفوا فيه من الحق بإذنه والله يهدي من يشاء إلى صراط مستقيم) . وفي صحيح مسلم عن عائشة -رضي الله عنها -(أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم :- كان إذا قام من الليل يقول :اللهم رب جبرائيل وميكائيل وإسرافيل فاطر السموات والأرض عالم الغيب والشهادة أنت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون اهدني لما اختلف فيه من الحق بإذنك إنك تهدي من تشاء إلى صراط مستقيم) . والكلام على هذه الأمور مبسوط في غير هذا الموضع(مجموع الفتاویٰ، ج۱۱،ص۵۸۳)

اورعلامہ موصوف ایک اورمقام پرفرماتے ہیں:

وقال تعالى :(فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول) وهو الرد إلى كتاب الله أو إلى سنة الرسول بعد موته وقوله :(فإن تنازعتم) شرط والفعل نكرة في سياق الشرط فأي شيء تنازعوا فيه ردوه إلى الله والرسول ولو لم يكن بيان الله والرسول فاصلا للنزاع لم يؤمروا بالرد إليه (مجموع الفتاویٰ، ج۱۹،ص۱۷۵)

نیزموصوف ایک اورمقام پرفرماتے ہیں:

إنما يجب على الناس طاعة الله والرسول وهؤلاء أولوا الأمر الذين أمر الله بطاعتهم في قوله :(أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم) إنما تجب طاعتهم تبعا لطاعة الله ورسوله لا استقلالا ثم قال :(فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك

خير وأحسن تأويلا) . وإذا نزلت بالمسلم نازلة فإنه يستفتي من اعتقد أنه يفتيه بشرع الله ورسوله من أي مذهب كان ولا يجب على أحد من المسلمين تقليد شخص بعينه من العلماء في كل ما يقول ولا يجب على أحد من المسلمين التزام مذهب شخص معين غير الرسول صلى الله عليه وسلم في كل ما يوجبه ويخبر به بل كل أحد من الناس يؤخذ من قوله ويترك إلا رسول الله صلى الله عليه وسلم .واتباع شخص لمذهب شخص بعينه لعجزه عن معرفة الشرع من غير جهته إنما هو مما يسوغ له ليس هو مما يجب على كل أحد إذا أمكنه معرفة الشرع بغير ذلك الطريق بل كل أحد عليه أن يتقي الله ما استطاع ويطلب علم ما أمر الله به ورسوله فيفعل المأمور ويترك المحظور .والله أعلم (مجموع الفتاویٰ، ج۲۰،ص۲۰۹)

خلاصۂ کلام

جواب کا خلاصہ یہ نکلا کہ نہ مستفتی ایک طرح کے ہوتے ہیں، اور نہ مسائلِ شرعیہ ایک جیسے ہوتے ہیں، مستفتی کو مسئلہ کی حسبِ حیثیت وحسبِ ضرورت دلیل کا طلب کرنا، اور پیش کرنا فی نفسہٖ ممنوع نہیں، بلکہ مفتی سے فی الجملہ دلیل کا طلب کرنا، اور مفتی کا دلیل پیش کرنا جائز ہے، البتہ عامی شخص کو تقلید جائز ہونے کے لئے دلیل کا سامنے آنا ضروری نہیں، چہ جائیکہ اس کو سمجھنا بھی ضروری ہو۔

اوراحسن الفتاویٰ میں مذکورعبارت سے جوسوال میں سمجھا گیا، اس سے ہمیں اتفاق نہ ہوسکا، بظاہر یہ جواب کسی خاص شخص سے متعلق ہے، اس کو تمام غیرعلماء مستفتی حضرات اور ہر مسئلہ شرعیہ کے لئے عام سمجھنا درست نہیں، بالفرض صاحبِ احسن الفتاویٰ کی یہ مراد بھی ہو، تب بھی یہ حکم علی الاطلاق راجح نہیں، جیسا کہ گزشتہ حوالہ جات وعبارات سے معلوم ہو چکا۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان خان

06/محرم الحرام/1448ھ،22/جون/2026ء، بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

’’رسومِ افتاء واصولِ افتاء‘‘ پر کلام (قسط:17)

علامہ شامی نے’’شرح عقود رسم المفتی‘‘ کی مذکورہ عبارت میں’’عدم جواز العمل والافتاء بالمرجوح‘‘ کے تحت جو حوالہ جات وعبارات نقل فرمائی ہیں، ان عبارات کو اصل مراجع سے ملاحظہ کرنے کے بعد بھی وہ مدعاء ثابت نہیں ہوتا، جو موجودہ دور کے بہت سے اصحابِ علم نے سمجھا ہے کہ موجودہ دور میں مجتہد وغیر مجتہد، اور عامی وغیر عامی، ہر ایک کے لیے مذہبِ معین کا التزام واجب ہے، اور ہر طرح کے مفتی کے لیے اس کے علمائے مذہب کی طرف سے دی گئی ترجیح کی پابندی واجب ہے، اور سابق علمائے مذہب کی طرف سے، دی گئی ترجیح کے برخلاف موجودہ زمانہ میں کسی کی ترجیح کا اعتبار نہیں۔

چنانچہ مذکورہ عبارت میں علامہ ابنِ عابدین شامی نے سب سے پہلا حوالہ علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی مکی (المتوفیٰ:974ھ) کی’’الفتاوی الکبریٰ‘‘ کا پیش فرمایا ہے۔

چنانچہ علامہ شامی نے شرح عقود رسم المفتی میں علامہ ابنِ حجر ہیتمی کی صرف یہ عبارت نقل کی ہے:

”قال فی” زوائد الروضة “ : انه لا يجوز للمفتی والعامل أن يفتی أو يعمل بما شاء من القولين أو الوجهين من غير نظر ، وهذا لا خلاف فيه“ .

وسبقه الی حكاية الإجماع فيهما ابن الصلاح والباجی من المالكية فی المفتی .

وكلام القرافی دال علی أن المجتهد والمقلد لا يحل لهما الحكم والإفتاء بغير الراجح ، لأنه اتباع للهوی وهو حرام اجماعا ، وأن محله فی المجتهد ما لم تتعارض الأدلة عنده ،ويعجز عن الترجيح ،وأن لمقلده حينئذ الحكم بأحد القولين اجماعا. انتهی.

لیکن علامہ شامی نے’’من المالكية فی المفتی‘‘اور’’وكلام القرافی دال‘‘ کے درمیان

والی علامہ ابنِ حجر ہیتمی کی عبارت کوترک کردیا ہے،اوروہ عبارت یہ ہے:

وقد يؤخذ من قول الروضة بغير نظر أن محل ما ذكره بالنسبة للعامل إن كان من أهل النظر.

بخلاف غيره فإنه يجوز له مطلقا وهو متجه ويدل عليه ما صححه فيها من أن العامي لا يلزمه أن يتمذهب بمذهب معين بل له تقليد من شاء (الفتاوى الفقهية الكبرى، ج۴،ص ۳۰۴،باب القضاء)

ترجمہ:اور''الروضة'' کےقول''بغير نظر'' سے یہ بات لی جاتی ہے کہ انہوں نے جو بات ذکر کی، وہ اس عمل کرنے والے کے اعتبار سے ہے، جو اہلِ نظر میں سے ہو، بخلاف غیر اہلِ نظر کے کہ اس کے لیے بغیر نظر مطلقاً (کسی بھی قول پر عمل) جائز ہے، اور یہی بات راجح ہے،اوراس کی دلیل وہ بھی ہے،جس کو''الروضة''میں صحیح قرار دیا گیا ہے کہ عامی کوکسی متعین مذہب کواختیارکرنا لازم نہیں، بلکہ اس کو جائز ہے کہ وہ جس کی چاہےتقلید کرے(الفتاویٰ الکبریٰ) ۱؎

۱؎ علامہ ابن حجر ہیتمی کی مکمل عبارت اس طرح ہے:

(وسئل) - رحمه الله تعالى -هل يجوز العمل والإفتاء والحكم بأحد القولين أو الوجهين وإن لم يكن راجحا سواء المقلد البحت والمجتهد في الفتوى وغيره؟

(فأجاب) نفعنا الله تعالى بعلومه بقوله في زوائد الروضة إنه لا يجوز للمفتي والعامل أن يفتي أو يعمل بما شاء من القولين أو الوجهين من غير نظر قال وهذا لا خلاف فيه وسبقه إلى حكاية الإجماع فيهما ابن الصلاح والباجي من المالكية في المفتي.

وقد يؤخذ من قول الروضة بغير نظر أن محل ما ذكره بالنسبة للعامل إن كان من أهل النظر.

بخلاف غيره فإنه يجوز له مطلقا وهو متجه ويدل عليه ما صححه فيها من أن العامي لا يلزمه أن يتمذهب بمذهب معين بل له تقليد من شاء.

وكلام القرافي أول أحكامه وعند السؤال الثاني والعشرين دال على أن المجتهد والمقلد لا يحل لهما الحكم والإفتاء بغير الراجح لأنه اتباع للهوى وهو حرام إجماعا.

وإن محله في المجتهد ما لم تتعارض الأدلة عنده ويعجز عن الترجيح.

وإلا فقيل تسقط وقيل يختار واحدا وليس اتباعا للهوى لأنه بعد بذل الجهد والعجز عن الترجيح وإن لمقلده حينئذ الحكم بأحد القولين إجماعا.

وهذا لا يخالف كلام الروضة باعتبار ما دل عليه كلامها بعد ما قدمناه عنها ويلتزم أن يقال بقضية كلامه الأخير فإذا وجد قولين أو وجهين في مسألة ولم يعلم الراجح منهما وعجز عن طريق الترجيح جاز له العمل بأيهما أحب (الفتاوى الفقهية الكبرى، ج۴،ص ۳۰۴،باب القضاء)

www.idaraghufran.org

علامہ ابنِ حجر کی اس اصل عبارت میں تصریح ہے کہ ’’الروضة‘‘ کے قول ’’بغیر نظر ‘‘ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دو قولوں، یا دو وجہوں میں سے کسی بھی قول پر عمل کرنے کا عدمِ جواز اہلِ نظر کے اعتبار سے ہے، یعنی اہلِ نظر کو اپنی نظر میں راجح کو نظر انداز کر کے کسی بھی قول کو اختیار کرنا جائز نہیں۔

اور جو اہلِ نظر نہ ہو، یعنی عامی شخص ہو، اس کو ایسا کرنا جائز ہے، اور یہی راجح بھی ہے، جو جمہور کے اس راجح قول پر مبنی ہے کہ ’’عامی کو کسی معین مذہب کو اختیار کرنا لازم نہیں، اس کو جس کی وہ چاہے، تقلید کرنا جائز ہے‘‘۔

بلکہ علامہ ابنِ حجر ہیتمی کی تفصیلی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام قرافی نے جو مجتہد کے لئے غیر راجح قول پر عمل کو غیر حلال قرار دیا ہے، وہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کے نزدیک دلائل متعارض نہ ہوں، اور وہ ترجیح سے عاجز بھی نہ ہو، اور اگر دلائل متعارض ہوں، اور وہ ترجیح سے عاجز ہو، تو اس صورت میں ایک قول کے مطابق دونوں قول ساقط ہو جائیں گے، اور ایک قول کے مطابق کسی بھی قول کا اختیار کرنا جائز ہوگا، اور اس کے مقلد کے لئے بھی کسی ایک قول پر عمل بالاجماع جائز ہوگا۔

اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہی آخری قول راجح ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ترجیح سے عاجز ہونے کی صورت میں، اس کو عامی کا حکم حاصل ہو جائے گا۔

اور یہ بھی واضح ہے کہ اگر دلائل دونوں طرف ہوں، اور کسی دوسرے نے ایک قول کو ترجیح دی ہو، لیکن اس کی نظر میں یہ ترجیح راجح نہ ہو، بلکہ دوسرا قول راجح ہو، تو اس کا حکم صاحبِ نظر کا ہوگا، جس کا حکم پہلے گزر چکا۔

جہاں تک علامہ ابنِ عابدین شامی کی ’’شرح عقود رسمُ المفتی ‘‘ کی مذکورہ عبارت میں امام قرافی کے نقل کردہ حوالہ کا تعلق ہے، تو امام قرافی نے حاکم و مجتہد دونوں کے لیے ’’بالراجح عندہٗ‘‘ کی صاف قید لگائی ہے، جبکہ وہ مجتہد ہو۔

نیز انہوں نے مفتی کو ’’دلیل‘‘ پر اعتماد کرنے کا مکلّف قرار دیا ہے، نہ کہ کسی دوسرے کی تقلید میں محض

کسی قول کوراجح قرار دینے کا،اسی کے ساتھ امام قرافی نے''مجتهد فی المذهب''سے نیچے درجہ کے شخص کوفتویٰ کا اہل ہی نہیں سمجھا،اوراگر وہ عامی ہو،تواس کو مذہبِ معین کے لازم نہ ہونے کو ترجیح دی ہے۔

پس امام قرافی کی اصل عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جوقول مجتہد کے نزدیک راجح نہ ہو،اس پرحاکم ہونے کی صورت میں فیصلہ کرنا،اورمفتی ہونے کی صورت میں فتویٰ دینا جائز نہیں۔

اوراگر وہ مجتہد نہ ہو، بلکہ مقلد ہو،تو مذہب کے مشہورقول کے مطابق ہی حاکم ہونے کی صورت میں فیصلہ کرنا،اورمفتی ہونے کی صورت میں فتویٰ دینا جائز ہے۔

اوراگرکسی مسئلہ میں مجتہد کے نزدیک دلائل متعارض اور مساوی ہوں،اور وہ ترجیح سے عاجز ہو،تو اس میں علماء کا اختلاف ہے، ایک قول کے مطابق دونوں قول ساقط ہوجائیں گے،اورایک قول کے مطابق کسی بھی قول کواختیار کرنا جائز ہوگا،اور یہ اتباعِ ہویٰ میں داخل نہ ہوگا۔

پس جس مرجوح پر فیصلہ،اورفتویٰ اجماع کے خلاف ہے،وہ وہی مرجوح ہے،جس کا ذکرگذرا، پھر مجتہد کی نظراورغیرمجتہد کے اختیارکولغوقراردے کرحکم لگانا،کیسے درست ہوسکتا ہے؟ [1]

[1] چنانچہ شہابُ الدین احمد بن ادریس مالکی قرافی (المتوفی: 684ہجری)''الاحکام فی تمییزِ الفتاویٰ''میں فرماتے ہیں:

هل يجب على الحاكم أن لا يحكم إلا بالراجح عنده؟ كما يجب على المجتهد أن لا يفتي إلا بالراجح عنده؟ أو له أن يحكم بأحد القولين وإن لم يكن راجحا عنده ؟

جوابه:......أن الحاكم إن كان مجتهدا فلا يجوز له أن يحكم أو يفتي إلا بالراجح عنده، وإن كان مقلدا جاز له أن يفتي بالمشهور في مذهبه، وأن يحكم به ،وإن لم يكن راجحا عنده، مقلدا في رجحان القول المحكوم به إمامه الذي يقلده، كما يقلده في الفتيا .وأما اتباع الهوى في الحكم أو الفتيا فحرام إجماعا .نعم اختلف العلماء فيما إذا تعارضت الأدلة عند المجتهد وتساوت، وعجز عن الترجيح هل يتساقطان أو يختار واحدا منهما يفتي به؟ قولان للعلماء.

فعلى القول بأنه يختار أحدهما يفتي به: له أن يختار أحدهما يحكم به، مع أنه ليس أرجح عنده بطريق الأولى، لأن الفتيا شرع عام على المكلفين إلى قيام الساعة، والحكم يختص بالوقائع الجزئية الخاصة فتجويز الاختيار في الشرائع العامة أولى أن يجوز في الأمور الجزئية الخاصة، وهذا مقتضى الفقه والقواعد الشرعية.

ومن هذا التقرير يتصور الحكم بالراجح وغير الراجح، وليس ذلك اتباعا للهوى، بل ذلك بعد بذل الجهد والعجز عن الترجيح وحصول التساوي.

أما الحكم أو الفتيا بما هو مرجوح فخلاف الإجماع(الإحكام في تمييز الفتاوى عن الأحكام وتصرفات القاضي والإمام، ص ۹۲، ۹۳،السوال الثاني والعشرون)

www.idaraghufran.org

اورامام قرافی نے مندرجہ ذیل تصریح بھی کی ہے:

(فائدة)....كان الشيخ عز الدين بن عبد السلام -رحمة الله -يذكر في هذه المسألة إجماعين على أن من أسلم لا يجب عليه اتباع إمام معين، بل هو مخير.فإذا قلد إمامًا معينًا، وجب أن يبقى ذلك التخيير المجمع عليه حتى يحصل دليل على رفعه، لاسيما الإجماع لا يرفع إلا بما هو مثله في القوة (نفائس الأصول في شرح المحصول، ج۹،ص ۳۹ ۴۳۳، و ۴ ۳۹۶،الكلام في المفتي والمستفتي،القسم الثالث فيما فيه الاستفتاء)

ترجمہ: فائدہ: شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ اس مسئلہ میں دواجماعوں کا ذکر کیا کرتے تھے کہ جو شخص اسلام لائے،اس پر کسی معین امام کی اتباع واجب نہیں، بلکہ اس کو اختیار ہے۔

پھر اگر وہ کسی معین امام کی تقلید کرلے،تو واجب ہے کہ اس کے لئے یہ مجمع علیہ اختیار باقی رہے گا، یہاں تک کہ کوئی دلیل اس کو مرتفع کرنے والی سامنے آئے،خاص کر اجماع آئے، جواس وقت تک اس موجوداجماع کو مرتفع نہیں کرسکتا،جب تک کہ وہ قوت میں اس سابق اجماع کے مثل نہ ہو(اور ایسااجماع تا قیامت ممکن نہیں،تو تا قیامت سابق اجماع کی روسے،کسی امام کی تقلید کرنے سے پہلے،اور بعد میں اختیار باقی رہے گا)(نفائس)

(جاری ہے..........)

بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام — اصلاح وترمیم شدہ جدید ایڈیشن

ماہِ محرمُ الحرام کے فضائل واحکام

اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام کے سلسلے میں ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام،ماہِ محرمُ الحرام سے اسلامی سال کے آغاز وسَن ہجری کا تعلق،دینی احکام میں اسلامی وقمری سَنہ وماہ کی اہمیت،دس محرم کے دن نفلی روزہ ودیگر اعمال کی فضیلت واہمیت،اوراس سلسلہ میں متفرق احکام،ماہِ محرم الحرام میں وقوع پذیر چند مختصر اہم تاریخی واقعات۔

مؤلف: مفتی محمد رضوان خان

ناشر: کتب خانہ ادارہ غفران،راولپنڈی،پاکستان۔051-5507270

عبرت کدہ مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت شمویل علیہ السلام (قسط1)

پسِ منظر

حضرت یوشع علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل، جب فلسطین کی سرزمین میں داخل ہوگئے، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے درمیان، اس علاقہ کو تقسیم کردیا، تاکہ وہ امن واطمینان کے ساتھ زندگی بسر کردیں، اور دینِ حق کے لیے سرگرم رہیں۔

حضرت یوشع، آخری عمر تک ان کی نگرانی اور اصلاحِ حال میں مصروف رہے، اور ان کے معاملات، اور باہمی تنازعات کے فیصلوں کے لیے قاضی مقرر کرتے رہے، تاکہ وہ آئندہ بھی اسی طرح اپنا نظام قائم رکھیں۔

حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد کئی سو سالوں تک یہ نظام یوں ہی قائم رہا کہ خاندانوں اور قبیلوں کے سردار حکومت کرتے، اور ان کے تنازعات اور معاملات کے فیصلے قاضی انجام دیتے تھے، اور نبی ان تمام امور کی نگرانی کے ساتھ ساتھ دین کی دعوت وتبلیغ اور اس کی نشر واشاعت کی خدمت سرانجام دیتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اللہ کے فضل سے، ان ہی میں سے کسی قاضی کو منصبِ نبوت عطاء ہوجاتا، اور اس عرصہ میں بنی اسرائیل کا نہ کوئی بادشاہ تھا، اور نہ تمام قوم کا ایک حکمران، اور اسی لیے ہمسایہ قومیں اکثر ان پر حملہ آور ہوتی رہتی تھیں، اور بنی اسرائیل ان کا نشانہ بنتے رہتے تھے، کبھی عمالقہ چڑھ آتے، اور کبھی فلسطینی، کبھی مدیانی حملہ آور ہوتے، تو کبھی آرامی، اور ان میں سے اگر حملہ آور کو شکست بھی ہوجاتی، تو بھی وہ آئے دن چھاپے مارتے، اور لوٹ مار کرتے رہے تھے۔

اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہتا کہ کبھی یہ فتح پاجاتے، اور کبھی وہ غالب آجاتے۔

www.idaraghufran.org

حضرت موسیٰ کی وفات کی چوتھی صدی عیسوی کے آخر میں عیلی کاہن کے زمانے کے دوران اشدود حوالی غزہ کی فلسطینی قوم نے ان پر زبردست حملہ کیا، اور شکست دے کر متبرک صندوق ''تابوتِ سکینہ'' بھی چھین کر لے گئے، اس متبرک صندوق میں تورات کا اصل نسخہ، حضرت موسیٰ وہارون کے اعصاء اور پیرہن اور ''من'' کا مرتبان محفوظ تھے، فلسطینیوں نے اس کو اپنے مشہور مندر ''بیت وجون'' میں رکھ دیا، یہ مندر ان کے سب سے بڑے دیوتا ''وجون'' کے نام سے موسوم تھا ''وجون'' کا جسم، انسانی چہرہ اور مچھلی کے دھڑ سے مرکب بنایا گیا تھا، اور اسی مندر میں نصب تھا (کذا فی قصص الانبیاء للسیو ہاروی، ج۲)

نام ونسب

عیلی کاہن کا زمانہ ختم ہو چکا تھا کہ قاضیوں میں سے ایک قاضی ''شمویل'' کو من جانب اللہ، منصبِ نبوت عطاء ہوا، اور وہ بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کے لیے مامور ہوئے۔

بعض آثار میں مذکور ہے کہ جب حضرت الیسع کی وفات ہوگئی، تو مصر وفلسطین کے درمیان بحیرہ روم پر آباد عمالقہ میں سے ''جالوت'' نامی جابر وظالم حکمران نے بنی اسرائیل کو مغلوب کر کے ان کی آبادیوں پر قبضہ کرلیا، اور ان کے بہت سے سرداروں اور قبیلہ کے معزز لوگوں کو گرفتار کر کے ساتھ لے گیا، اور باقی کو مقہور ومغلوب کر کے ان پر خراج مقرر کردیا، اور تورات کو بھی فنا کردیا۔

بنی اسرائیل کے لیے یہ ایسا نازک دور تھا کہ نہ کوئی نبی ورسول ان میں موجود تھا، اور نہ سردار وامیر موجود تھا۔

اس دوران حضرت شمویل کی ولادت ہوئی، اور ان کی تربیت کا بار، بنی اسرائیل کے ایک بزرگ نے اپنے ذمہ لیا، حضرت شمویل نے ان سے تورات حفظ کی، اور دینی تعلیم کے مدارج طے کئے، اور جب سنِ رشد کو پہنچے، تو تمام بنی اسرائیل میں ممتاز اور نمایاں نظر آنے لگے، آخر اللہ تعالیٰ نے ان کو منصبِ نبوت سے سرفراز فرمایا، اور بنی اسرائیل کی رشد وہدایت پر مامور کیا۔ [1]

---

[1] وقال وهب بن منبه وغيره: كان بنو إسرائيل بعد موسى عليه السلام على طريق الاستقامة مدة من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مورخین کہتے ہیں کہ حضرت شمویل، حضرت ہارون کی نسل سے ہیں۔ [1]

اوران کا نسب نامہ یہ ہے:

''شمویل بن حنہ بن عاقر'' [2]

عاقر سے اوپر کی کڑیاں مذکور نہیں ہیں، اور بعض روایات کے مطابق ان کا نسب نامہ اس طرح ہے:

''شمویل بن بالی بن علقمہ بن یرخام بن یہو بن تہو بن صوف بن علقمہ بن ماحث بن عموصا بن عزایا'' [3]

(جاری ہے..........)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الزمان، ثم أحدثوا الأحداث، وعبد بعضهم الأصنام، ولم يزل بين أظهرهم من الأنبياء من يأمرهم بالمعروف، وينهاهم عن المنكر، ويقيمهم على منهج التوراة، إلى أن فعلوا ما فعلوا، فسلط الله عليهم أعدائهم، فقتلوا منهم مقتلة عظيمة، وأسروا خلقا كثيرا، وأخذوا منهم بلادا كثيرة، ولم يكن أحد يقاتلهم إلا غلبوه، وذلک أنهم كان عندهم التوراة، والتابوت الذى كان فى قديم الزمان، وكان ذلک موروثا لخلفهم عن سلفهم إلى موسى الكليم عليه الصلاة والسلام، فلم يزل بهم تماديهم على الضلال حتى استلبه منهم بعض الملوک فى بعض الحروب، وأخذوا التوراة من أيديهم، ولم يبق من يحفظها فيهم إلا القليل، وانقطعت النبوة من أسباطهم، ولم يبق من سبط لاوى الذى يكون فيه الأنبياء إلا امرأة حامل من بعلها وقد قتل، فأخذوها فحبسوها فى بيت، واحتفظوا بها لعل الله يرزقها غلاما يكون نبيا لهم، ولم تزل المرأة تدعو الله عز وجل أن يرزقها غلاما، فسمع الله لها ووهبها غلاما، فسمته شمويل، أى سمع الله دعائى، ومنهم من يقول: شمعون، وهو بمعناه، فشب ذلک الغلام، ونشأ فيهم، وأنبتها لله نباتا حسنا، فلما بلغ سن الأنبياء أوحى الله إليه، وأمره بالدعوة إليه وتوحيده (تفسير ابنِ كثير، ج ١ ص ٥٠٦، سورة البقرة)

[1] وقال أكثر المفسرين هو أشمويل بن يال وقيل: هو ابن هلفائى .قيل إنه من ولد هارون(تفسير الخازن، ج ١ ص ١٧٨، سورة البقرة)

[2] قال أبو عبيدة: هو أشمويل بن حنة بن العاقر – وعليه الأكثر (روح المعانى للآلوسى، ج ١ ص ٥٥٦، سورة البقرة)

[3] قال عبد الرزاق عن معمر عن قتادة: هذا النبى هو يوشع بن نون قال ابن جرير: يعنى ابن أفرايم بن يوسف بن يعقوب، وهذا القول بعيد لأن هذا كان بعد موسى بدهر طويل، وكان ذلک فى زمان داود عليه السلام، كما هو مصرح به فى القصة، وقد كان بين داود وموسى ما ينيف عن ألف سنة، والله أعلم وقال السدى: هو شمعون .وقال مجاهد: هو شمويل عليه السلام، وكذا قال محمد بن إسحاق عن وهب بن منبه: وهو شمويل بن بالى بن علقمة بن يرحام بن إليهو بن تهو بن صوف بن علقمة بن ماحث بن عموصا بن عزريا بن صفتية بن علقمة بن أبى ياسف بن قارون بن يصهر بن قاهث بن لاوى بن يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم الخليل عليه السلام(تفسير ابنِ كثير، ج ١ ص ٥٠٥، وص ٥٠٦، سورة البقرة)

www.idaraghufran.org

طب و صحت حکیم مفتی محمد ناصر

دل کا درد "انجائنا" اور "دل کی دھڑکن کی بے قاعدگی"

دل کی بیماریوں میں سے ایک بیماری انجائنا بھی ہے۔

لفظ Angina کا مطلب ہے "گھٹن یا دباؤ"، انجائنا کوئی مستقل بیماری نہیں، بلکہ ایک علامت (Symptom) ہے، جو اس وقت پیدا ہوتی ہے جب دل کے عضلات (Heart Muscle) کو ان کی ضرورت کے مطابق خون اور آکسیجن نہیں ملتی۔

عموماً یہ کیفیت دل کی شریانوں (Coronary Arteries) کے تنگ یا بند ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

انجائنا کی مختلف علامات ہیں، مثلاً مریض کو عام طور پر سینے کے درمیان دباؤ یا بوجھ محسوس ہوتا ہے، مریض ایسا محسوس کرتا ہے جیسے سینے پر کوئی بھاری چیز رکھی ہوئی ہو، انجائنا کا درد عموماً چلنے پھرنے، سیڑھیاں چڑھنے، جسمانی مشقت کرنے، یا ذہنی دباؤ کے وقت بڑھ جاتا ہے۔

درد کی حالت میں ایسا محسوس ہوتا ہے گویا سینہ پر کوئی بوجھ ہو، درد بعض اوقات بائیں بازو، کندھے، سینے کے اطراف، گردن، جبڑے یا پیٹھ تک پھیل سکتا ہے، بعض اوقات سانس بھی پھولنے لگتی ہے، تیز پسینہ کا آنا، متلی یا گھبراہٹ ہونا، یہ تمام انجائنا کی مختلف علامات ہیں۔

گرم پانی پینے سے یا آرام کرنے سے یہ درد کم بھی ہو جاتا ہے، یہ کیفیت اس بات کی علامت ہے کہ دل عضلات میں خون کی رسد ناقص ہوگئی ہے، دل کے عضلات میں خون پہنچانے کے لئے مربہ آملہ، یا مربہ ہی کا استعمال، اسی طرح بند گوبھی لیموں کی آمیزش کے ساتھ کھانے سے، اور سیب اور سلاد کے پتے کھانا مفید ہے۔

انجائنا کی اقسام

مستحکم انجائنا (Stable Angina): انجائنا کی یہ عام قسم ہے، اس درد کا حملہ جسم پر کوئی

بوجھ پڑنے سے، مثلاً ورزش، جذباتی ہیجان، کھانے کے بعد یا سخت سردی لگنے کی وجہ سے بھی ہوجاتا ہے،اورآرام کرنے یادوالینے سے یہ درد ٹھیک ہوجاتا ہے۔

غیر مستحکم انجائنا(Unstable Angina): یہ انجائنا کی خطرناک قسم ہے، جو کسی بھی وقت یہاں تک کہ آرام کی حالت میں بھی یہ درد ہوسکتا ہے،اور زیادہ دیر تک رہتا ہے، دل کے دورے (Heart Attack) کا پیش خیمہ بھی عموماانجائنا کی یہی قسم بنتی ہے۔

دل کی دھڑکن کی بےقاعدگی(Arrhythmia)

قدرت نے دل میں ایک قدرتی برقی نظام(Electrical Conduction System) رکھا ہے جو دل کی دھڑکن کو منظّم کرتا ہے، جب اس نظام میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے،تو دل کی دھڑکن بےقاعدہ ہوجاتی ہے،اس حالت میں دل معمول کے مطابق دھڑکنے کے بجائے بہت تیز، بہت سُست یا بےترتیب انداز میں دھڑکنے لگتا ہے۔

دل کی دھڑکن کی بےقاعدگی کی بعض صورتیں قطعاً بےضرر ہوتی ہیں، جبکہ بعض اوقات یہ کیفیت دل کے کسی مرض کی نشاندہی کرتی ہیں۔

ایک صحت مند بالغ انسان میں آرام کی حالت میں دل کی دھڑکن عموماً 60 سے 100 بار فی منٹ ہوتی ہے۔

اگر دل کی دھڑکن 100 فی منٹ سے زیادہ ہوجائے تو ایسی حالت میں مریض کے اندر گھبراہٹ، سانس پھولنا، چکر آنا، جیسی علامات ظاہر ہوتی ہیں۔

اور اگر دل کی دھڑکن 60 فی منٹ سے کم ہو جائے تو مریض میں کمزوری، تھکاوٹ، چکر آنا، بے ہوشی جیسی علامات ظاہر ہوتی ہیں۔

طبی اصطلاح میں 100 فی منٹ سے زیادہ دھڑکن کو تسارعِ قلب (Tachycardia) کہا جاتا ہے،لیکن یہ ضروری نہیں کہ جب بھی دل تیز دھڑکے گا تو یہ بیماری ہوگی، بلکہ دل کی دھڑکن فطری طور پر بھی بڑھ سکتی ہے،مثلاً ورزش کرنے،دوڑنے،سیڑھیاں چڑھنے کے بعد،یا خوف،غصہ

﴿بقیہ صفحہ 59 پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□......10/ ذی الحجہ، بروز پیر، مسجدِ غفران میں عیدالاضحیٰ 1447ھ کی نماز، صبح 05:30 بجے ادا کی گئی اور مسجد نسیم میں 5:15 پر عیدُ الاضحیٰ کی نماز ادا کی گئی۔

□......گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی ادارہ غفران کے زیرِ انتظام اجتماعی قربانیوں کا انتظام کیا گیا، مجموعی طور پر کل 125 بڑے جانور، اور 9 بکرے ذبح ہوئے، اجتماعی قربانیوں کے ذبیحے کا عمل روات کے علاقہ میں قائم ہونے والی ادارہ کی شاخ میں کیا گیا، شرکاء ادارہ سے، اور روات سے اپنے حصوں کا گوشت لے جاتے رہے۔

□......9/ ذی الحجہ، بروز منگل سے 21/ ذی الحجہ، بروز اتوار تک ادارہ کے تمام تعلیمی شعبہ جات میں عیدُ الاضحیٰ کی تعطیلات رہیں، اور 22/ ذی الحجہ بروز پیر سے تمام تعلیمی شعبہ جات میں تعلیمی سلسلوں کا آغاز ہوا۔

□......افرادِ عملہ اجتماعی قربانی کی خدمات سے فراغت پر 12/ ذی الحجہ بروز جمعہ سے 21/ ذی الحجہ بروز ہفتہ تک تعطیلات میں رخصت پر تشریف لے گئے۔

□......13/ ذی الحجہ، بروز ہفتہ، مولانا عبدالجبار صاحب (ڈیرہ غازی خان) سے اپنے بعض احباب کے ساتھ، مفتی صاحب مدیر سے ملاقات کے لئے ادارہ غفران تشریف لائے۔

□......27/ ذی الحجہ، بروز ہفتہ، روات میں واقع ادارہ غفران کی شاخ کے قدیم چوکیدار، جناب شیر محمد صاحب کا انتقال ہوا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرتِ کاملہ فرمائے۔ آمین

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ 58 ''دل کا درد'' ''انجائنا'' اور ''دل کی دھڑکن کی بے قاعدگی''﴾

اور ذہنی تناؤ کی حالت میں، یا بخار کے دوران کیفین یا چائے، کافی کے استعمال سے، یا حمل کے دوران خون کی کمی (Anemia) میں، ان تمام صورتوں میں دل جسم کی بڑھتی ہوئی آکسیجن اور خون کی ضرورت پوری کرنے کے لیے تیز دھڑکتا ہے، اور اسے طبعی یا فطری تسارعِ قلب کہا جاتا ہے، جو بیماری نہیں ہے۔

دل کی تیز دھڑکن کو بیماری اسی وقت سمجھا جاتا ہے جب دل کی دھڑکن بلاوجہ مسلسل تیز رہے، آرام کی حالت میں بھی بہت زیادہ ہو، دل کی تیز دھڑکن کے ساتھ چکر آنا، بے ہوشی ہونا، سینے کا درد، سانس پھولنا یا دیگر علامات موجود ہوں، تو پھر یہ علامت بیماری ہوسکتی ہے، جس میں فالج (Stroke) کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، اور اچانک بے ہوشی ہوسکتی ہے۔